

جسٹرو نمبر ایل

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَالِمًا إِنَّمَا عَادُوا صِدْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنُوا عَالِمِينَ
وَقَالَ اللَّهُ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِي آلِهَةً حُشْرًا فَاتَّبِعُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ

اسے علم حاصل ہے، اللہ علیہ السلام کو یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور وہ جو میری پیروی کرتے ہیں بیستہ
پر تھامیں۔ اللہ تمام ناقص سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

اُردو کا مذہبی۔ علمی۔ اخلاقی اور ادبی ماہوار رسالہ

جسٹرو

مدیر عبدالحق ودیارتھی

نائب مدیر محمد عصمت اللہ

ہم اور ہمارے معاونین

یوں تو بظاہر ہمارے حلقہٴ اجاب میں بصیرت کو خوش آمدید کہنے کا زبانی جوش بہت پایا جاتا ہے۔
 لہٰذا آگے چل کر معلوم ہو سکے گا کہ عملی طور پر اس دینی خادم کی قدر کرنے والے کتنے ہیں۔

سب سے پہلے جس بزرگوار نے قال کو حال کا جامہ پہنایا اور جو صلہ افزائی کا ہاتھ بڑھا کر ہمیں اس رسالے کے
 نرا کے خیال پر مبارکباد دی۔ اور امید و ہم کی ہمت شکن حالت میں سہارا دینے کی کوشش فرمائی وہ جناب
 علام حیدر خاں صاحب نیشنل تحصیلدار راولپنڈی کی ذات گرامی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب مدوح کو وہ دل عطا فرمایا ہے جو قومی محبت کے نشے میں سرشار اور نزیب و
 ت کی خدمت کرنے کے لئے ہر وقت مستعد و تیار ہے۔

ہمارا ارادہ تھا کہ بصیرت کا سب سے پہلا پرچہ آپ کی تصویر اور آپ کے حالات پر مشتمل ہو کر میلن
 عافت میں قدم رکھتا۔ مگر ہیں افسوس ہے کہ اس ارادے میں حسبِ نحوہ کامیابی نہیں ہوئی۔

اول۔ تو آپ کی تصویر ہی مشکل سے دستیاب ہوئی۔ اور وقت پر بلاک تیار نہ ہو سکا۔

دوم۔ یہ کہ کنگسٹرز لبریری نے آپ کو ہمارے اصرار کے باوجود تحریر حالات کی اجازت نہ دی۔ اور ہمیں

سکے ذرائع سے کام لینا پڑا۔

انشاء اللہ بصیرت کا دوسرا نمبر آپ کی تصویر اور کارناموں سے مزین ہو کر نکلا گا۔

عصمت اللہ

بصیرت

جلد ۲۰
فہرست مضامین
بابت ماہ اپریل ۱۹۳۶ء

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر شمار
۳	خواجہ الطاف حسین صاحب عالی	حد باری تعالیٰ	۱
۴	"	نعت	۲
۵	ایڈیٹر	مذہب عالم کو دعوت اتحاد	۳
۱۶	میر غلام بیگ صاحب نینگ	صدائے اسلام	۴
۱۷	ایڈیٹر	دانا عورت	۵
۱۸	"	مشرقی اور مغرب کے موقی	۶
۱۹	مولوی عصمت اللہ صاحب	دیوتا سروپ کی تاریخ دانی	۷
۲۲	ایڈیٹر	ہندوستان قدیم میں برقعہ کارواج	۸
۲۵	ایڈیٹر	ساروا ایکٹ پر بنارس کے پنڈتوں کی رائے	۹
۲۷	ایڈیٹر	ہندو بزرگوں میں صغرسنی کی شادی	۱۰
۲۸	پنڈت ہری چند صاحب اختر	ایک عربی آدمی کا بول بالا کردیا رفتہ	۱۱
۲۹	ایڈیٹر	سام وید کا اردو ترجمہ	۱۲
۴۵	"	اخلاق عمومیہ اور متقدمین مجید	۱۳
۴۵	"	اخلاق تہذیب اور قسطنطین کیم	۱۴
۵۷	"	پانچوں کی آگوش کمانی	۱۵
۶۲	مولانا بدیع الرحمن صاحب فیاض لائٹ	اسلام کی آمد ہندوستان کے لباس میں	۱۶

بصیرت

کے اجراء سے ہمارا اولین مقصد

وَلَكِنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ کی تعمیل کرتے ہوئے لوگوں کو حقیقی نیکی اور امر معروف

کی طرف بلانا اور بالخصوص ہندوستان کی دو عظیم الشان اقوام ہندو اور

مسلمانوں کی باہمی غلط فہمیوں اور کوتاہ اندیشیوں کو دور کرنے کی مقدور بھر

کوشش کرنا ہے۔ اس امید میں کہ وہ ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھیں ان میں صلح بسلامتی

اور محبت کے جذبات پیدا ہوں اور شاید ہندوستان اپنی کھوئی ہوئی عظمت

اور فلاح کو دوبارہ حاصل کر سکے۔

عبدالحق رحمت اللہ

حمد باری تعالیٰ

از خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

قیضہ ہودلوں پر کیا اور اس سے سو تیرا
 گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
 محرم بھی ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم
 جتنا نہیں نظروں میں عظمت سلطانی
 عظمت تری ماننے بن کچھ بن نہیں آتی یا
 تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ عیطان کو
 نشہ میں احسان کے شہساز ہیں اور بخود
 سمجھا ہے پے سچھ کو ادراک کی سرحد سے
 طاعت میں ادب ہے عیساں کو بڑھکر
 آفاق میں پھیلے گی کب تک ہمت تیری

ہر بول تیرا دل سے نکرا کے گذرتا ہے

کچھ رنگ بیاں حالی ہے سب سے جدا تیرا

لغت

از جناب خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

یا ملکی الصفات ویا بشری القوے
تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ بارانِ سخا
فیک دلیل علی انک خیر الورے
خلاقک خدایاں بے شک مجا الورے
دعویٰ روشن تر اثابت بے مینہ
صورت و سیر تری صدق پتیرے گوا
قال ترا اور حال نشہ وحدت میں چو
اور رضا تیرا خدا اور کچھو نا خدا
غیب سے بھیجا تجھے پاتا پھرتا تھا جب
دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما
اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت و
جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اٹھے گھا
دیر ہوئے بے چراغ اور صلاوت یہو
شکر ہوا مضمحل اور کہانت ہبا

بجھ گئے اشکدے بیٹھ گئے بتکدے

ہو گئی تثلیثات اور ثنویت فنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدًا وَفَضَّلَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکٰلِیْمِ

مذہبِ عالم کو دعوتِ اتحاد اسلام میں خدا کا تصور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - اس سے پیشتر کہ ہم اس آیت کی بنا پر اسلام میں خدا کے تصور پر بحث کریں - مناسب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے ہم مذہب کی اس بہت بڑی جنگ کا تصور بھی اپنی آنکھوں کے سامنے لے آئیں۔ کہ جو اس وقت دُنیا میں بپا ہے۔ کہ ہر ایک مذہب دو سکر مذہب پر غالب آنے کی سرٹوڑ کو شش کر رہا ہے۔ لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریق عمل اختیار کیا جا رہا ہے۔ وہ نہایت ہی گمراہ کن اور فتنہ انگیز ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر جاوید بیجا الزام اور اتہامات لگائے جا رہے ہیں۔ گو یا ہر ایک مذہبی مبلغ کے ماتھے میں ظلم و ستم کی ایک تیز نوار ہے۔ کہ جس کے ساتھ وہ دوسرے کا گلا کاٹنا چاہتا ہے۔ اس میدان میں بقول پیرنی بسینٹ اسلام سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ یورپ اور امریکہ سے لے کر ہندوستان تک اگر عیسائیت کا سارا زور اسلام کے خلاف خرچ ہو رہا ہے۔ تو ہندوستان میں آریہ مذہب کا کئی بھی زیادہ تر مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔ ہم کسی کے اعتراضات اور حملوں سے گھبراتے نہیں۔ البتہ انصاف کی ادریس پر صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ جہاں ہمارے مذہب پر جاوید بیگہ یعنی کی جا رہی ہے۔ وہاں اس کے صن و جمال پر بھی ایک نگاہ ڈال لو کسی کے بارہ میں محسن عیب جوئی اور طعنہ زنی اپنا شیوہ اختیار کر لیا جن اور صداقت سے انسان کو دور لے جاتا ہے پس اگر خدا کسی کو سمجھ اور تو فیق دے۔ تو وہ اس دین کی خوبیوں پر بھی دھیما کرے۔ تاکہ وہ ہماری نسبت زیادہ انصاف کا فیصلہ کر سکے۔

داستانِ محمد گل باریشنیہ از بیبلہ
زاغ دیوم آشفته تر گفتندہ میں افسانہ را

اسلام دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ غیر مذاہب کے بزرگوں کو سب دشتم سے یاد کرے۔ بلکہ اس کی آمد کی غرض تمام دنیا کے اندر صلح اور سلامتی کی ایک ایسی راہ کو پیش کرنا ہے۔ کہ جس پر تمام دنیا کے مذاہب جمع ہو سکیں۔ اور قوموں کی باہمی حسد اور دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ فی الحقیقت یہ مذہب کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ جس کو نادان مذہبی منادوں نے اپنے غلط طریق عمل سے باطل کر رکھا ہے۔ اسلام کی آمد کے اس مقصد عظمیٰ کو سامنے رکھ کر ہمیں انصاف پسند اصحاب کے سامنے چند باتیں پیش کرنا ہے۔ الہامی مذاہب میں سب سے پہلی چیز خدا کی مہبتی پر ایمان لانا ہے۔ قرآن حکیم اس بات کا پرگزندعی نہیں۔ کہ اس سے پیشتر تصور ذاتِ باری مذاہب عالم میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ اس کی بیشتر آیات میں اس امر پر زور دیا گیا ہے۔ کہ دنیا کے ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو سب سے پہلے خدا ہی پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہم صرف اسی چیز کا صحیح تصور اپنے ذہن میں لا سکتے ہیں کہ جس کی حقیقت سے ہم خود بھی ایک حد تک آشنا ہوں۔ ذاتِ باری کی اصل حقیقت خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اس کا صرف وہی پہلو ہمارے علم اور فہم میں آ سکتا ہے۔ کہ جس کا نمونہ کسی نہ کسی رنگ میں ہمارے اندر موجود ہو۔ ہم خداوندِ عالم کی ان صفات کو یا اس کی اس شان کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ جس کا کوئی نہ کوئی رنگ ہم میں موجود نہ ہو۔ اس لئے اگر خدا نے بھی اپنا سراپا کسی کتاب یا الہام میں بتایا ہوگا۔ تو اس کو ہمارے تفہم اور تفہیل کے مطابق ہی سمجھایا ہوگا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح تصور ذاتِ الہی نے بھی مذاہب عالم میں تبدیلیں ترقی کی ہے۔ اور جوں جوں انسان کا ذہنی ارتقا ہوتا گیا ہے۔ اس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ کی آخری کڑی اسلامی اسلام میں آ کر اپنی تکمیل کو پہنچ گئی۔

ہمیں کس قسم کے خدا کی ضرورت ہے؟

خدا کا تصور اپنے دل کے اندر قائم کرنے سے پیشتر ضرورت ہے اس بات کی کہ انسان اپنے غور اور فکر کی ایک نگاہ صحیحہ کا منات پر دوڑا کر دیکھے۔ کہ اس عالم کی ضروریات اور احتیاجات کیا گیا ہیں۔ اور پھر انسان کہ جس کا وجود کائناتِ عالم کے لئے بمنزلہ ایک نکتہ اور مرکز کے ہے۔ جس میں ہر نوع مخلوقات کی روح (خلاصہ) موجود ہے اس کی فطرت کا مطالعہ خصوصیت سے خدا کے تصور کے مسئلہ کو زیادہ آسانی کے ساتھ حل کر دیکھا۔ اس لئے کہ انسان لہذا خلقاً الانسان فی احسن تقویر۔ کے ارشاد کے مطابق اپنے قومی اور استندادوں کے لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ پیمانہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جس کے اندر کل موجودات خارجی کے کمالات منتہی ہوتے ہیں کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے:-

Man is the miniature of the Universe. انسان کل موجودات عالم کا خلاصہ ہے۔ *مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ* کا ارشاد فی الحقیقت سچ ہے۔ تصور باری سے پہلے ہیں خود اپنی حقیقت سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے۔ مگر انسان کی بے بسی اور رماندگی کی یہ حالت ہے۔ کہ جس طرح کائنات کی ہر ایک چیز رازہائے نسبت کا ایک مجموعہ ہے۔ اور ہم اپنی استعداد کے مطابق ہی ان رازوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح خود ہماری حقیقت بھی ہماری نگاہوں سے مستور ہے۔ اور کسی چیز کے متعلق ہمارا اندازہ اس چیز کے حقائق کو ختم نہیں کر دیتا۔ بلکہ وہ اندازہ دراصل ہماری اپنی قابلیت اور اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسانی عقل کسی چیز کی ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی بھی کسی شے کی ذات کا تصور کرنا چاہے۔ اس کے ذہن میں اس کی صفات کے نقوش ہی مرثم ہوتے ہیں۔ اور صفات ہی کے جمع اور تفرقہ سے ذات کے تصور کا خاکہ وجود میں آتا ہے۔ انسان اپنی بناوٹ کے لحاظ سے کیا ہے۔ مختصراً صرف یہ سمجھ لینا کافی ہو گا کہ وہ مختلف قابلیتوں اور استعدادوں کا ایک جوہر ہے۔ اور جس طرح جسمانیات میں ہم یہ قانون کام کرنا ہوا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک چیز اپنے اندر چند ایک خواص کو لئے ہوئے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ خواص مناسب اجزاء اور مواد کے ملنے سے اور ہر بدرجہ نشوونما پاتے ہوئے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسی طرح انسانی روح کے اندر بھی بے شمار استعدادیں اور قابلیتیں بطور ایک بیج یا خلاصہ کے موجود ہیں۔ جو مناسب آب و ہوا اور تربیت سے ترقی کے درجات کو طے کرتی ہیں۔ ترقی کے اس میدان میں اس کے لئے صرف وہ چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک تو نقصان رساں دشمنوں سے حفاظت اور دوسرے نفع دینے والے اجزاء کا حصول ہے۔ انسانی زندگی کے تمام تر افعال اور اعمال پر اگر غور سے نگاہ ڈال کر دیکھو۔ تو وہ فی الحقیقت اسی دونوں قسم کے رد و قبول کا نام ہے۔ پس اس لئے ہمیں اگر خدا کی ضرورت ہے۔ اور وہ فی الواقعہ موجود بھی ہے۔ تو اس پر ایمان لانا بھی ہمارے لئے صرف اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے کہ اس کی ذات ہر ایک قسم کے نقص و عیب سے پاک اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہو۔ تاکہ انسان اپنی عملی زندگی میں اس کی ہر ایک صفت کے تصور سے کوئی نہ کوئی فائدہ اور سبق حاصل کر سکے۔ یا اگر اس ایحیتی سے ملنے کی چیز ہو۔ تو اس کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ سکے۔ *صِبْغَةَ اللَّهِ وَمِنْ أَحْسَنِ مَنِ اللَّهُ صِبْغَةَ*۔ رنگ تو پھیرنے صفت موصوف اللہ ہی کا رنگ ہے کہ جس کی صفات میں تم اپنے آپ کو رنگ سکو۔ یہ کوئی گیر و دار کسی قسم کا مادی رنگ نہیں۔ *تَخْلُقُوا بِالْإِحْلَاقِ لِلَّهِ*۔ بلکہ خدا کے خلق اور عادات کو اختیار کرنا ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں انسان کی حیثیت صرف انفرادی حیثیت نہیں بلکہ اسکی جامع حیثیت اکثر صفتوں میں زیادہ تق
ہے۔ اس لئے خدا کے تصور میں اس خوبی کا پنجویں ضروری ہے کہ اس کی ہستی پر ایمان نسل انسانی کی جامع حیثیت کیلئے زیادہ تر مفید ہو
پس اس بنا پر خدا کا سب سے اعلیٰ اور شاندار تصور صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو نہ صرف انفرادی حیثیت میں
انسانی اعمال، انحال اور اخلاق پر مفید اثر ڈال سکے۔ بلکہ اقوام عالم میں قیام امن اور صلح و سلامتی کی بنا بھی ہو سکے۔
پس خدا کے تصور میں ان دو اوصولوں کو اپنے سامنے رکھنا ضروری ہے۔ کہ اس کی ذات میں وہ صفات
حسنہ اور خوبیاں موجود ہوں۔ کہ جن کی انسانی رُوح کو اپنی نشوونما کے لئے ضرورت ہے۔ اور دوسرے یہ
کہ اس کی ذات پر ایمان لانا نسل انسانی میں قیام امن اور صلح و سلامتی کا موجب ہو سکے۔

اسلام کا خدا تہم صفت حسنہ کا جامع ہے

اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ اس آیت کے اندر موجود ہے۔ جس کو ہم نے اس ضمنوں
کا زین عنوان بنایا ہے۔ اس آیت میں پہلا جملہ الحمد للہ ہے۔ ہر ایک وہ شخص کہ جو زبان عربی سے واقف
ہے۔ اس کو یہ معلوم ہو گا۔ کہ الحمد للہ میں پہلا ال تعریفی الف لام کہلاتا ہے۔ جس کے معنی "سب"۔ تمام یا کل
مجموعہ اور جنس کے ہوتے ہیں۔ اور حمد خوبی یا اعلیٰ درجہ کی صفت کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ میں لام
استحقاق اور تخصیص کے معنی رکھتا ہے۔ پس الحمد للہ کے اس لفظی تشریح کی بنا پر یہ معنی ہوئے۔ کہ تہم تعریف
اور تمام اعلیٰ درجہ کی ذاتی خوبیاں یا سرواتی اتم گن اس ذات کے لئے خاص ہیں۔ جس کا نام اللہ ہے۔ الحمد للہ
کے اس چھوٹے سے جملہ یا صرف دو لفظوں کے اندر دو باتوں کو بڑی صفائی کے ساتھ کھیل کر بیان کر دیا گیا۔
ایک تو تمام اعلیٰ درجہ کے کمالات اور ذاتی خوبیاں اس ذات کے اندر موجود ہیں۔ یعنی وہ ہمہ تن خوبی اور
حسن مجسم ایک ذات ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ کامل درجہ کی خوبیاں صرف اسی کی ذات سے خاص ہیں۔ یعنی
جس طرح کوئی اپنے آپ کو اس جیسا حسین ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کی کسی ایک صفت میں بھی کامل طور پر
اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور کیونکر برابر ہو سکے۔ کہ ہر ایک صفت کمالیہ میں بے مثالی اور بے نظیری اس کی
ذات کا خاصہ ہے۔ اور خاصہ کی یہی تعریف ہے۔ کہ وہ اپنے موصوف کے سوا کسی دوسری شے میں پایا نہ جا۔
الحمد للہ یہی تو بتاتا ہے۔ کہ کمال حمد ہر قسم اور ہر طرح کی شائیں، حسن و جمال کی ساری شہ فیئگی اللہ تعالیٰ ہی کے
لئے خاص ہے۔ کوئی خوبی اور کمال کی صفت ایسی نہیں ہو سکتی۔ جس کو دنیا کے عقلمند اور داناسن و
خوبی قرار دیں۔ اور وہ اس ذات کے اندر نہ پائی جاتی ہو۔

الحمد للہ کس قدر چھوٹا سا جملہ ہے۔ مگر اس کے معانی کی وسعت پر غور کرو۔ ویدوں کو پڑھ جاؤ۔ بائبل پڑھو اور دنیا کی دیگر کتب مقدسہ میں جس قدر اس ذات کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کو ایک جگہ جمع کر لو۔ مگر یاد رکھو کہ اس ذات کی تعریف کرنے میں الحمد للہ ان سب پر حاوی اور محیط ہے۔ جب تمام کی تمام خوبیاں اور تعریفیں الحمد للہ کے اندر آگئیں۔ تو اب خدا کی کونسی نئی خوبی اور تعریف ہے۔ جو کوئی نہیں اپنی کتاب میں سے پڑھ کر سنا سکیگا۔

اسلام کا خدا ہر نقص اور عیب سے پاک ہے

دوسری خوبی جو الحمد للہ سے ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب اس کی ذات کے اندر تمام اعلیٰ درجہ کی خوبیاں موجود ہیں۔ تو ہر ایک قسم کے عیب اور نقص کی اس کی ذات سے نفی ہو گئی۔ جہاں تمام خوبیاں موجود ہوں۔ وہاں عیب اور نقص کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ جہاں حسن اور جمال اپنی پوری کیفیت اور کمال کے ساتھ موجود ہو۔ وہاں بری اور عیب کی تلاش فضول ہے۔ پس اس تصریح کے ساتھ قرآن حکیم نے الحمد للہ کے جملہ میں ان تمام اعتراضات کا جواب دے دیا۔ جو تصور نعم اور غلط اندیشیوں کی وجہ سے اسلام کے خدا پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ جہنم صن و خوبی میں سچی اور نقصان کا اہتمام اعتراض کرنے والے کی بچ نفعی اور شرارت پر دلالت کرنا ہے۔ اس ایک اصول کو سامنے رکھ کر وہ ذات ہمہ صفت اور متعین حمد ہے۔ وہ ان تمام آیات کو سمجھ سکتا تھا۔ کہ جن پر کسی نعم اور بچی نظریہ و جہ سے وہ معترض ہوا۔ کیونکہ کسی آیت کا ترجمہ کسی کتاب کے اصول کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔

لفظ اللہ کے معنی

جملہ الحمد للہ میں فی الحقیقت لفظ اللہ کے معانی اور ذات الہی کے اسلامی تصور پر ہی روشنی ڈالی گئی جو عربی لغت میں لفظ اللہ کے معنی سب سے صحیح و مفید کا لہ ہیں۔ یعنی وہ ایک ایسی ذات ہے۔ کہ جس میں تمام اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے انتہائی کمال کے ساتھ بائی جاتی ہیں۔ اس لفظ کے یہ معنی نہ صرف عربی زبان کی لغت ہی بتاتی ہے۔ بلکہ خود قرآن کریم نے الحمد للہ کے چھوٹے سے جملہ میں اسی حقیقت کا اگناں کیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اسی کی تفسیر میں فرمایا۔ واللہ الا سماعا الحسنی اللہ ہی کے لئے تمام اعلیٰ درجہ کے نام اور صفات ہیں۔ مسلمان لغت نویس اور قرآن حکیم ہی لفظ اللہ کے ان معانی کو بیان نہیں کرتے۔ بلکہ مستشرقین یا عربی زبان کی لغت لکھے والے یورپین علماء بھی اس لفظ کے معنی *Comprehending all the attributes of perfection* یعنی سب سے صحیح و مفید صفات کا لہ بتاتے ہیں (دیکھو پروفیسر لین کی عربی انگریزی ڈکشنری)

اسم اعظم اور دیگر مذاہب کے اسماء الہیہ

اسلام میں خدا کا تصور کس قدر اعلیٰ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے تمام مذاہب کے خدا کے تصور کے ساتھ مقابلہ کر کے دکھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اشتباہ اور معاملات کی خوبی ہمیشہ مقابلہ ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے آپ مجھے معاف فرمائیں اگر میں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے غیر مذاہب کے پیش کردہ خدا کے تصور کے متعلق کچھ بیان کروں۔ یہودی مذہب اس ذات کے اعلیٰ نام یہوودہ اور الیوہیم بتاتا ہے۔ عیسائی مذہب ان دو ناموں کے علاوہ الفاء امیگا اور محبت کو پیش کرتا ہے۔ ہندو اپنی ہندی میں پرانتا۔ پربرہم۔ پرستھورا اور اوم کو اس کے اعلیٰ نام قرار دیتا ہے۔ ایرانی اس کو خدا کہتے ہیں۔ پارسی یزدان کے نام سے اس کو یاد کرتے ہیں۔ انگریز اس کا نام گاڈ لیتے ہیں۔ سکھ صاحبان ست کے نام پر نعرے لگاتے ہیں۔ یہ چند ایک نام اس ذات کے ان مختلف مذاہب اور زبانوں کے ہم نے پیش کئے ہیں۔ جن سے ہم کسی قدر آشنائیں۔ ان کے علاوہ دنیا کی مختلف قوموں اور ان کی زبانوں میں اس ذات کے اور بھی بہت سے نام زبان زد ہیں۔ لیکن وہ اقوام چونکہ اس وقت ہمارے سامنے نہیں۔ اس لئے ان کی زبانوں میں خدا کے اسماء پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیز اسی نمونہ سے دوسرے اسماء کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے بحث کو مختصر کرتے ہوئے انہی ناموں پر نظر کر لینا کافی ہوگا۔

بائبل کے پیش کردہ خدا کے نام

بائبل جو یہود اور عیسائی مذہب کی مسلہ الہامی کتاب ہے۔ الیوہیم کے نام سے شروع ہوتی ہے۔

בְּרֵאשִׁית בְּרֵא אֱלֹהִים

توراة موسیٰ کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ہے۔ اس لفظ الیوہیم کے معنی عبرانی لغت میں معبود کے ہیں۔ یہ لفظ بظاہر اگرچہ جمع کا صیغہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کا واحد الیوہ بھی بائبل کی ایوب وغیرہ کتب میں ۴۱ مرتبہ آیا ہے۔ اس کے مادہ (ہ-ص-ل) کے متعلق عبرانی علماء میں اختلاف ہے۔ تاہم کثرت استعمال کے لحاظ سے یہ لفظ جب کبھی بھی جمع کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ غیر خدا قاضیوں یا جھوٹے معبودوں وغیرہ کے لئے ہوا ہے۔ دیکھو پیدائش ۱۶ وغیرہ میں۔ مگر سچے معبود کے لئے ہمیشہ اس کا فعل واحد آتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ محض تعظیم کے لئے ہے۔ چنانچہ جیوش سائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے:-

Elohim plural in form though commonly construed with a singular verb or

adjective, this is most probable to be explained as the plural of majesty or excellence expressing high dignity or greatness
 یعنی "ایوہیم بظاہر جمع کی شکل میں ہے۔ تاہم عام طور پر نخل یا اسم صفت واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر ممکن یہ ہے کہ یہ جمع کے صیغہ میں صرف عزت، عظمت اور نہایت ہی اعلیٰ علو شان کو ظاہر کرتا ہے۔" پس اس کا خا سے عیسائیوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اس لفظ کے جمع کے صیغہ میں استعمال سے تملیث یا کثرت آئے ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اس کا واحد ایوہ بھی بابل میں ۲۱ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ بابل میں اس سے بڑھ کر اہمیت یہو وہ نام کی ہے۔ اور یہ لفظ یہو وہ ہمیشہ واحد کے صیغہ میں ہی آتا ہے۔ عبرانی کتب مقدسہ میں اعلیٰ نام کے بصیغہ واحد آنے سے یہ ثابت ہے کہ ذات واحد میں لکھ نہیں۔

لفظ ایوہیم معبود کے معنوں میں معبود حقیقی اور معبودان باطلہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (معبودان باطلہ کے معنوں میں خروج ۳۲ اور نہ ۳۱ وغیرہ میں آیا ہے) پس ایوہیم خصوصیت کے ساتھ کسی خاص ہستی کا نام یا اسم ذات نہیں۔ اور نہ اس نام کی کوئی عظمت اور فضیلت خدا کے دوسرے عبرانی اسماء کے بالمقابل بائبل کی کسی آیت میں بیان کی گئی ہے۔ پس ایوہیم ہر ایسی ہستی کا نام ہے کہ جس کی عبادت کی جائے۔ معبود حقیقی اور معبود باطل کی اس میں تخصیص نہیں۔

بائبل میں اس ذات کا دوسرا نام یہو وہ ہے۔ اس نام کو بائبل کی کتاب اشناہ ۲۸ میں سب سے اعلیٰ نام قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کے تلفظ میں کہ یہ لفظ فی الحقیقت یہو وہ ہے۔ یہو وہ ہے۔ یا یہو وہ عبرانی علاء کا اختلاف ہے۔ تاہم اس کے معنی "وہ ہے" کے بیان کئے جاتے ہیں کہ جو ایک ہستی کی موجودگی محض کو ظاہر کرتا ہے۔

عیسائی مذہب میں مذکورہ بالا دونوں ناموں کے علاوہ الفا امیگا اور محبت بھی خدا کے نام ہیں۔ اور خدا کی محبت پر تو بہت ہی زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اگرچہ بجا نام ہونے کے اس نام کی فضیلت کہیں بھی مرقوم نہیں۔ الفا ابتداء کا اور امیگا انتہا کا نام ہے۔ یا یہ دونوں لفظ اول اور آخر کے معنی رکھتے ہیں۔ محبت ایک حاصل مصدر ہے۔ نام نہیں۔ اگر اس کو محبت کا سرچشمہ یا ہمہ تن محبت مان بھی لیا جائے۔ تو کیا جن لوگوں کو وہ ہمیشہ دوزخ میں ڈالے گا۔ جہاں ابدالاباد کے لئے رونا اور دانت پینا ہوگا۔ جہاں کا کوئی کبھی نہیں مرتا۔ مٹی پیم اور مرقس ۱۶م ان کے لئے بھی وہ محبت ہے۔ کیا شیطان کے ساتھ بھی وہ محبت کرتا ہے۔ اور کرے گا۔ بہر حال اول تو یہ کوئی نام نہیں۔ دوسرے یہ کوئی صفت عام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ الفا امیگا اور محبت کو اس کی صرف تین صفات قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسم ذات نہیں سمجھا جاسکتا۔

ہندو مذہب کی رُو سے خدا کے نام

ہندوؤں میں پرمانما۔ پربرہم اور پریشور جیسے نام ہیں۔ جن کا ذکر دیدوں میں تو قطعاً نہیں۔ ویسے بھی یہ سب نام مرکب ہیں۔ مفردات کو لاکر بنائے گئے ہیں۔ یعنی برہم۔ آتما اور ایشور کے پہلے حرف پڑگانے سے بنتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مفردات مرکبات سے پہلے ہوتے ہیں۔ پس یہ مرکب نام دو دو مفردات کو لاکر بنائے گئے ہیں۔ پربرہم کے معنی بہت وسیع ہیں۔ یعنی بڑی یا اعلیٰ روح اور پریشور کے معنی بڑا مالک یہ سب نام بھی صفاتی ہیں۔ اور مرکب ہونے کی وجہ سے بعد کے ترکیب دیئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ مرکبات ہمیشہ مفردات سے بنتے ہیں۔

چوتھا لفظ اوم ہے جس کا مادہ اُ ہے۔ اور اس کے معنی حفاظت کرنا۔ بچانا، مدد کرنا ہیں۔ اس مصدر یا اس سے مشتق بننے بھی اسما اور افعال دیدوں میں آئے ہیں۔ وہ اگر کسی معنی میں استعمال نہیں ہوئے۔ مگر لفظ اوم سنسکرت لغت میں ایجاب و قبول (ہاں یا ہوں) آمین۔ سلام۔ برہما۔ وشنو۔ ہمیش (دین، دیوتا) شروع کرنے، قبول کرنے، خوشی اور اچھا ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ عام طور پر اس کے معنی دوست۔ محافظ اور مددگار کے ہی ہیں۔ پس اس لفظ کو اگر ہم کے سکون کے ساتھ لیا جائے۔ تو اس کے معنی قبولیت اور آمین کے ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم کو متحرک پڑھا جائے تو اس کے معنی تحفظ اور مددگار کے ہوتے ہیں۔ اس لفظ اوم کے علاوہ اُوسی۔ دیوس۔ اومنا۔ اوماسہ اور اوماہہ وغیرہ الفاظ بھی جو دیدوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ وہی اُوم مصدر یا مادہ سے مشتق ہیں۔ دیوسن خلیا جو کہتے ہیں کہ جس سے قدیم آریہ اپنی حفاظت اور صیانت کی استدعا کرتے تھے۔ اُوسی بھیر کو اور اُوکا بھیر کی اُون کو کہتے ہیں کہ جو ان کو دنیا سے محفوظ رکھتی تھی۔ اومنا کے معنی دونوں کی حفاظت کے ذریعہ سے، کہے ہیں۔ اوماسہ اور اوماہہ حفاظت کرنے والے، یعنی جمع کے صیغہ میں آتے ہیں۔ اب اگر اُو دھا تو یا مصدر کے اندر کوئی خاص خوبی ہے۔ تو ان تمام الفاظ کے اندر کہ جو اس ایک ہی مادہ سے نکلتے ہیں۔ وہ خوبی پائی جانی چاہئے۔ کیونکہ ان سب کا مادہ یا جز ایک ہے۔ اور جن الفاظ کا مصدر یا مادہ ایک ہوتا ہے۔ ان تمام الفاظ کے اندر دھا تک یا مصدر ہی معنی کا مفہوم پایا جانا ضروری ہے۔

ایک اور دلیل کہ جس سے لفظ اوم کی کوئی اتیانشتان معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ہے کہ لفظ اومنا جو رگ وید میں آیا ہے۔ یہ دو اشونی کمار دیوتاؤں کی صفت واقع ہوا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں دو اشونی کمار دیوتا حفاظت کرنے والوں کی حفاظت کے ذریعہ سے پس ان دونوں اشونی کماروں میں کاسر ایک فرد اوم کہلائے گا اسی طرح لفظ اوماسہ اور اوماہہ جو لفظ اوم کی جمع کے صیغہ ہیں۔ ان کے معنی بہت سے حفاظت کرنے والوں کے ہیں۔ اور

بجز ویدک کے متعدد مقامات پر وشو دیوتا اور مہرت وغیرہ دیوتاؤں کے لئے بطور صفت استعمال ہوئے ہیں پس ان میں کاہن فرد گویا آدم ہے پس اس بنا پر آدم ایک نہرٹا یا کم از کم کسی خاص معنی کا مخصوص نام نہرٹا بحفاظت کرنے والی ہر شے آدم کہلائے گی۔

اس لفظ کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ویدوں میں اس لفظ آدم کی کوئی اہمیت نظر نہیں آتی بلکہ چاروں ویدوں میں چار پانچ مرتبہ سے زیادہ یہ لفظ آیا بھی نہیں۔ رگ وید میں تو اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اس قدر ضخیم کتاب اور اس میں آدم کا نام تک نہ آوے۔

انگریزی اور پارسیوں کی زبان میں خدا نام

انگریزی زبان میں اس معنی کا نام گاڈ (God) ہے اس لفظ کا مادہ گڈ (good) ہویا نہ ہو یہ لفظ معبود کے معنی دیتا ہے۔ خواہ وہ معبود مجرد برحق ہویا دوسرے دیوی دیوتا مثلاً انگریزی میں *God of love, lower demy gods, higher gods* اعلیٰ دیوتا۔ ادنیٰ دیوتا۔ محبت کا دیوتا یعنی یونانیوں کا کیپرڈ وغیرہ سینکڑوں محاورات زبان زد ہیں پس اس لحاظ سے یہ بھی خدا کا مخصوص نام اور اسم ذات نہیں کوئی بھی جو جس کی ہم عبادت اور تعظیم کریں خواہ وہ معبود حقیقی ہویا معبود باطل اس پر اس انگریزی لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور وہ گاڈ کہلا سکتا ہے۔ فارسی زبان میں اس معنی کو خدا کہتے ہیں۔ جو دراصل خود آسمے مرکب ہے۔ اور اس سے مراد خود آئندہ یا خود بخود ہونے والے کے ہیں۔ نیز یہ بھی ایک صفاتی نام ہے یعنی جس میں مجرد خود بخود ہونے کی صفت پائی جاتی ہے۔ وہ خدا کہلاتا ہے۔ فارسی میں اس کی جمع خدایاں یعنی بہت خدا ہیں پس یہ بھی کسی ایک ذات کا خاص نام نہیں پارسی مذہب کی کتابوں میں اس کا نام یزدان بتایا گیا ہے۔ یزدان کے معنی خالق یعنی آفرینندہ اور پیدا کرنے والے کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک صفاتی نام ہے کہ جس میں پیدا کرنے کی ایک صفت پائی جاتی ہے۔

سکھ مذہب کے لوگ اپنی زبان میں اس کو ست کے نام سے یاد کرتے ہیں کہ جس کے معنی حق اور راستی کے ہیں کہ جو ایک صفاتی اسم ہے۔

مختلف مذاہب میں خدا کا سب سے اعلیٰ نام

اب ان تمام اسماء پر جو دنیا کے ان مختلف مذاہب یا اقوام میں مروج ہیں مجموعی حیثیت سے نظر ڈال کر

دیکھو۔

۱۔ یہو اور عیسائی حضرات کے مال اس کا نام الیوہیم اور یہوہ یعنی معبود اور وہ ہے ہے۔

۲۔ ہندوؤں میں اس کا سب سے بہترین نام اوم یعنی حفاظت کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ انگریزی قوم میں اس کا نام گاڈ گڈ لکھ لکھا مردج ہے۔

۴۔ ایران والوں کو اس کا نام خدا یعنی خود بخود ہونے والا پسند ہے۔

۵۔ پارسی اس کا اعلیٰ نام یزدان یعنی خالق کائنات سمجھتے ہیں۔

۶۔ سکھ صاحبان اس کو ست دھرتی کے نام سے پکارتے ہیں۔

۷۔ بدھ مذہب میں بدھ عقل و نور، قدیم مصریوں میں نیٹر (طاقت اور قدرت)

مندرجہ بالا تمام مذاہب اور اقوام میں اس ہستی کے جو نام پائے جاتے ہیں، اگرچہ وہ ایک دوسرے سے

بدرجہ غایت مختلف ہیں اور خدا کی سب سے اعلیٰ صفت کے متعلق ہر ایک قوم اور مذہب کا خیال بالکل جداگانہ ہے۔ تاہم ایک بات سب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس موجود حقیقی کی ایک ایک صفت کو ہی یہ سب مذاہب اور قومیں بیان کر رہی ہیں۔

ایلوہیم۔ یہوہ۔ الف۔ امیگا۔ پرماتما۔ پربرہم۔ پریشور۔ اوم۔ گاڈ۔ خدا۔ یزدان۔ رست۔ بدھ اور

نیٹر تمام کی تمام اسی ذات کی صفات ہیں۔ معبود، موجود، اول و آخر، اعلیٰ روح بہت بڑا، اعلیٰ مالک، محافظ معبود، خود بخود خالق، حق و راست، عقل و نور اور قدرت مطلق۔ یہ سب نام اسی معبود حقیقی کی ایک ایک صفت کو ظاہر کرتے ہیں۔ سارے کے

سارے نام اسی ایک ذات کے ہیں۔ تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایلوہیم اور یہوہ کے ماننے والے خدا۔ اوم۔ پرماتما۔ پربرہم

اور پریشور سے کیوں بے خبر کھتے ہیں۔ کیا وہ خدا کی ان صفات کے منکر ہیں۔ اوم پر اعتقاد رکھنے والے ایلوہیم اور

یہوہ سے کیوں نفرت کرتے ہیں۔ کیا وہ اس ذات کے پوجید معبود اور رست (مہست) ہونے کے منکر ہیں۔ ہندوؤں

کو اس خدا کے فارسی نام سے کیوں چڑھے اور عیسائیوں کو اس کے سنسکرت اسم سے کیوں عناد ہے۔ زبانیں گویا

جدا ہیں مگر سب اسی معبود حقیقی کا نام اپنی اپنی زبان میں لیتے ہیں۔ اٹھرو دینے کیا ہی بیج کہا۔

جنم بھرتی بہودا ووا چیم نانا دھرام پر تھوی تیتھا اؤ کسم

راٹھرو ویدکانڈ ۱۲ سوکت امنتر ۴۵

زمین لوگوں کی رہائش کے مطابق بہت ہی مختلف بولی بولنے والے مختلف مذاہب کھنے

والی ہے۔

دنیا میں بلاشبہ مختلف عقائد اور خیالات کے بے شمار مذاہب موجود ہیں، لیکن اگر زیادہ گہری نگاہ سے دیکھا جائے

تو یہ بات بہت حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ کہ مذاہب کے اختلافات کا بیشتر حصہ محض اختلاف زبان پر مبنی ہے۔ ہندو اپنی زبان میں خدا کے نام سن کر تو خوش ہوتے ہیں۔ اور ان کا ورد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ مگر جب انہی ناموں کا عربی یا عبرانی اور پارسی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔ تو ان سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح یہود اور عیسائی خدا کے منسکرت ناموں سے خوش نہیں ہوتے۔

اتحاد مذاہب کا درمیانی رشتہ اسلام ہے

اسلام کا سب سے پیارا حسن جو ہمیں اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور ہر ایک اس شخص کو جو مذاہب مختلفہ اور اقوام عالم میں جوینے امن و صلح ہے۔ اس کو اپنا گروید بنا لیتا ہے۔ وہ اس کا اپنے ہر ایک اصول میں دنیا کی بھولی بھشکی اور برسرِ پیکار اقوام میں رشتہ اتحاد کو پیدا کر کے باہمی نفرت و عداوت اور بیگانگی کو دور کرنا ہے۔ اور ہمارے خیال میں ایک عالمگیر مذہب کے اندر اس خوبی کا موجود ہونا ایک نہایت ہی ضروری اور لا بد امر ہے۔ خدا کے متعلق اسلام نے ایک ایسا اعلیٰ اور خوبصورت تصور پیش کیا ہے۔ جس کے آگے تسلیمِ خم کرنے سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ خداوند عالم کی کسی خاص صفت کو خدا کا خاص نام سمجھ لینے سے بیشک مذاہب کے اندر تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو دور کرنے اور مذہب میں رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے قرآن کریم نے اس ذات کا ایک ایسا نام تجویز کیا ہے۔ جو اس کی کسی ایک خاص صفت یا کسی خاص زبان ہی کے صفاتی ناموں پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا بھر کی تمام زبانوں اور کل مذاہب کے اندر جو بھی اعلیٰ درجہ کے اس ذات کے نام ہیں۔ ان تمام پر وہ حاوی ہے۔ جس قدر خدا کے نام دنیا کے مختلف مذاہب اور ان کی مخصوص زبانوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ وہ سب اس لفظ کے اندر موجود ہیں۔ یعنی وہ صرف عربی زبان کے صفاتی ناموں کا ہی موصوف نہیں۔ بلکہ تمام اعلیٰ درجہ کی صفات جو کسی بھی زبان یا کتاب میں پائی جاتی ہیں وہ ان سب کا موصوف ہے۔ اور وہ لفظ اللہ ہے۔ کہ جو کسی ایک خاص صفاتی نام پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں جمع جمیع صفات کا ملکہ جو تمام دنیا کے مذاہب کے صفاتی ناموں کو اپنے اندر جمع کرنے والا ہے۔

ربانی وارد

صدائے سلام

راز جناب میر غلام بھیک صاحب نینگ (سرور)
 گلشن عرفان کو دینے لگے بویا ہوں میں اس چمن میں تنکے ابین نو آیا ہوں میں
 نا امیدوں کو سنایا میں نے پیغام امید ساتھ لے کر مژدہ لاقتظوا آیا ہوں میں
 روح کو ہوں قبلہ حق کے لئے قبلہ بنا دل میں نگر راز جاں کی جستجو آیا ہوں میں

سنت باری کی سے احکام میں میر حبلک

اصل فطرت کے مطابق ہو ہوا آیا ہوں میں

سب رسولوں کی زبانوں پر مافسانہ تھا شمع بزم راز تھا میں سہری پروانہ تھا
 اختلاف فرعونے گو ڈال رکھی تھی نقا جلوہ گراول سے میرا عرض جانانہ تھا
 دم مرا بھرتا تھا موسیٰ میرا شیدا تھا خلیل عیسیٰ بن مریم بھی میرے حسن کا دیوانہ تھا
 دورِ آخر میں کیا کامل مجھے اس نور جس کی شمع بزم کا روح الایں پڑانہ تھا
 سب بنی آدم کو اس نے ایک کنبہ کر دیا اس کے حسن خلق سے اپنا ہر اک بیگانہ تھا

اس کے ہاتھوں سے بنا اک نخل سبز و بارور

میں خلیل اللہ کا بویا ہوا اک دانہ تھا

دانا عورت

ایک مشیرِ مال ہے۔ وہ گھرِ راحت اور خوشی سے محروم ہے۔ کہ جس کے دروازوں پر قرضوں اور تقاضا کرنے والوں کا اڑد نام رہے۔ اگر عورت قابل ہے۔ تو وہ اخراجات میں عقل و دانش سے کام لیتی ہے۔ وہ خرچ کرنے کی مناسب جگہ پر خرچ کرتی ہے۔ اور جہاں کفایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہاتھ کو روک لیتی ہے۔ وہ جو چیز قیمت میں سستہ آنے کی ہوتی ہے سولہ آنے کو خریدتی ہے۔ گھر کے خوشحال اور مریخ ہونے کی یہی بنیاد ہے۔

وہ ایک مدبر و زیر ہے۔ وہ شوہر اور اولاد کے سوالات کا جواب باعصاب و بغیر سخت کلامی کے دے سکتی ہے۔ وہ اکھڑ اور ضدی شوہر سے اپنی دانائی اور عقلمندی کے زور پر روی کام کر سکتی ہے۔ جس کے کرنے کے لئے وہ تیار نہیں تھا۔ وہ اپنے جوان فرزند پر ایسی دانائی سے حکومت کرتی ہے۔ اور اسے اپنے قابو میں رکھتی ہے۔ کہ اسے خیر تک نہیں ہوتی۔ وہ اپنی لڑکیوں کی حرکات و سکنات پر ایسے غیر محسوس طریق پر نگاہ رکھتی ہے۔ اور انہیں کبھی صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتی وہ گھر کے سب بزرگ اپنی نگاہیں رکھتی ہے اور دوسروں کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو کچھ خبر نہیں وہ سب باتیں سنتی ہے مگر کانوں سے بہری معلوم ہوتی ہے۔ وہ سوتی ہے۔ مگر اپنی حفاظت سے غافل نہیں ہوتی وہ اپنی اولاد کی اس طرح نگہداشت کرتی ہے کہ خود اولاد کو یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ بالکل آزاد اور خوش ہے۔

وہ ایک مصور ہے۔ جو گھر کی زیبائش اور آرائش میں مصروف رہتی ہے۔ خواہ اس کا گھر ایک دو تہندہ کا گھر ہو یا ایک معمولی نشی کا جھونپڑا۔

وہ ایک شاعر ہے۔ کہ جس کا گھر محض رہائش اور خوب و خوش کی جگہ نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جس میں روحِ رواں بھی موجود ہے۔ جس طرح ایک شاعر اشعار میں اپنے دلی جذبات اور طرب انگیز دلیوں کی حقیقی روح چھوکتا ہے۔ اسی طرح دانا عورت بھی اپنے نشیرین کلام اور دلنواز نغموں سے حقیقی مسرت اور شادمانی بخشتی ہے۔ ایک خوبصورت آراستہ و پیراستہ گھر جس میں روحِ زندگی موجود ہو وہ اپنے لکینوں کے واسطے بہشت بریں ہے۔ اس میں انہیں آرام اور راحت ملتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ بھی اس میں بہشت کا نور پاتا ہے۔ اعلیٰ اخلاق اور روحانیت کے سوتے اس گھر سے چھوٹ سکتے ہیں۔ اسے عورت تو مبارک ہے۔

مشرق اور مغرب کے موتی

وہ لوگ جن کی تمام جدوجہد دنیا کی دلفریب صنعتوں میں ہی جھکی رہی۔ قوموں کے روحانی انقلاب کے دن وہ یکسر محروم اور تہید سرت ہوں گے۔

وہ جو اعلیٰ اخلاق کی دولت سے بہرہ ور ہیں۔ نئی زندگی میں وہی بامداد ہوں گے۔
خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے۔

قرآن حکیم

آنے والی نسلوں کی ترقی کے لئے یہ امر حاکم ہوگا اگر اعلیٰ مذہبی اور اخلاقی قوانین کو جو قومی عمارت کی تہیں کرنے والے ہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ اور محض مشاغل ادبی کی ظاہری دلکشی دھچپیوں میں لوگ بہت ہو گئے۔

(رلاؤنٹو)

قومی رفعت اور عظمت کی بنیادیں افراد کے گھروں کے اندر قائم ہیں۔ اور وہ اس وقت تک غیر متزلزل رہتی ہیں۔ کہ جب تک ہماری قوم کی گھریلو زندگی مضبوط۔ سادہ اور خالص ہے۔

(رجارنچ پنجم)

وگ نغمہ نوازی سیکھتے ہیں رقص و سرود کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پڑھتے ہیں رکھیتی بارٹی اور سواری کی مشقت اٹھاتے ہیں اور یہ ساری باتیں نغمہ تعلیم اور علم کے نہیں آسکتیں لیکن اچھی زندگی بسر کرنے کا طریق نہیں سیکھتے۔ وہ بے اصول اور غیر معین ہی رہتا ہے۔ اور یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ وہ خود بخود آجائے گا۔ حالانکہ مذکورہ بالا فنون کا انحصار اسی پر

(پلوٹارک)

دیوتا سروپ کی تاریخ دانی

(جناب مولانا عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

(۱)

آج کل کی آریہ سماجی دنیا میں بھائی پرمانند ایم۔ اے بہت بڑے مورخ مانے جاتے ہیں۔ آریہ جنتا میں آپ کی تاریخ دانی کا غنڈہ سے۔ اور آپ کی تاریخ نویسی کی دھاک بیٹھ چکی ہے غالباً یہی جوہر ہے جس کی بنا پر آپ کو دیوتا سروپ کے پیارے خطاب سے مخاطب کر دیا گیا ہے۔

ہندو پنڈتوں نے اگرچہ مختلف علوم و فنون میں نمایاں ترقی کی۔ شاعری اور انشا پر داری میں قابل قدر کتابیں لکھیں۔ درشن بنائے۔ شاستر رچے۔ مگر قدیم الایام ہی سے ان کو فن تاریخ کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ اگر کچھ لکھا بھی گیا تو افسانے کے طور پر لکھا گیا جس میں نام کے سوا حقیقت کا نشان نہیں۔ اسی عدم اعتنا کا نتیجہ ہے کہ سنسکرت زبان کا کتب خانہ تاریخی کتابوں سے بالکل خالی ہے۔ اور آج تک پورا پتہ نہیں چلا کر وید کب بنے۔ اور کیوں کربنے بنانے والے کون تھے۔ کہاں پیدا ہوئے۔ کہاں نشوونما پائی۔ کہاں لکھے۔ کہاں پڑھے۔ کیسے انسانی رکھتے تھے۔ ان کے موٹے موٹے واقعات عمری کیا ہیں۔ ان کے اہل زمانہ کیسے تھے۔ انکے رسم و رواج کیا تھے۔ ویدک ریشوں نے کیا کیا اصول میں کیے۔ اس امر پر نفسین کرنے کے تاریخی وجوہات کیا ہیں۔ کہ موجودہ وید وہی ہیں۔ جو کہ پرانے زمانے میں ریشوں کو ملے تھے۔

اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ ویدک گیان کب ضبطِ تحریر میں آیا۔ اور کب کتاب کی صورت میں مدون کیا گیا۔ پھر اس کتاب کے ہم تک پہنچنے کا سلسلہ روایت کیا ہے۔ یہ وہ اصولی باتیں ہیں جن کا سر پہلے ہندو تاریخ کو جواب دینا چاہئے تھا۔ مگر تاریخ ہو تو جواب دے رجب کہ تاریخ ہی نہیں تو جواب کیسا پڑائوں کو سماجی، دست تاریخی کتابیں ہی نہیں مانئے۔ ان سے بحث کرنا ہی لا حاصل ہے۔ رمان اور معاہدات کا یہ عالم ہے کہ سماجی دوسٹ جلی ہینز تاریخی کتابیں نہیں کہتے اور امر واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ اگر ان کو کسی ادنیٰ کتب خانے کے اونچے سے اونچے مقام پر رکھ دیا جاوے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ادبیت کے لحاظ سے فی الواقعہ وہ نہایت قابل قدر کتابیں ہیں۔ مگر ابیں ہمہ کسی تاریخی کتب خانہ میں انہیں کوئی جگہ نہیں

مل سکتی کیونکہ ان میں بھی وہی ہسانہ نوہیسی کا رنگ اور بالقد و اغواق نگارگی و ضنگ موجود ہے۔ اور ہزاروں باتیں ایسی لکھ دی گئی ہیں جن کا وقوع پذیر ہونا ہی بعید از امکان ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ سنسکرت کتب خانہ ہی فن تاریخ کی کتابوں سے خالی ہو۔ اور قدیم الایام سے تاریخ نوہیسی کا رواج ہی نہ پڑا ہو۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہندوؤں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ تاریخ نوہیسی انسانوں کا کام نہیں بلکہ دیوتاؤں کا ہے۔ قوم کی طرف سے انہیں دیوتا سروپ کا خطاب بہت ممکن ہے۔ اسی بنا پر دیا گیا ہو۔

ہندوؤں کو اس بات کا پتہ نہیں کہ دنیا کے تاریخ کی سلطنت میں کیسے لوگوں کو خطاب ملا کرتے ہیں۔ اس میں کا آسمان کیسا ہوتا ہے۔ اور اس کے درخشاں ستارے کیسے سورج کیسا ہونا چاہئے۔ اور چاند کیسا۔ ان کی نگاہ صرف اپنے ہی ہاجول پر ہے جس میں بھائی جی مہرچ کی جگہ مثال تجسی کے سوا اور کوئی روشنی ہی نظر نہیں آتی۔ اس لئے چکا چونڈ میں آکر بے ساختہ پکار اٹھے۔ کہ یہی بڑے مورخ ہیں۔

اور یہی دیوتا سروپ ہیں۔ اگر ان کی نگاہ موزین عالم کے کمالات پر پڑ جاتی۔ تو پھر دیوتا سروپ جی کی ہستی پر پشیمہ کے برابر بھی نظر نہ آتی۔

ہم اس امر میں اپنے بھائیوں کو بالکل معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ابھی انکی نگاہ دور میں نہیں بنی۔ دور بینی آجاوے گی۔ تو انہیں اپنے خیال کی غلطی خود بخود مسدوم ہو جاوے گی۔

بھائی جی نے چند ایک تاریخی رسالے ضرور لکھے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تمام رسالے اس قابل قدر فن کے خوشنما چہرے پر بدناما دھبے کا علم رکھتے ہیں۔ اگر دیوتا سروپ جی ہمارا ج دھارک کتابیں لکھتے اور ان میں اپنے دھرم کی خوبیوں کا بیان کرتے۔ اس کی سچائی کے دلائل لکھتے۔ ویدوں کے سرسبتہ رازوں سے پردہ اٹھاتے۔ اپنشنڈز پر مضمون لکھتے۔ ویدانت پر قلم اٹھاتے جوگ پر اپنی نکتہ آفرینیوں کا اضافہ کرتے۔ تو ان باتوں کا ضرور حق رکھتے تھے۔ اور یہ باتیں انکے مسلک اور مذاق کے مطابق بھی تھیں مگر غضب تو یہ ہے کہ انہوں نے اس فن پر قلم اٹھانے کی جرات کر لی ہے جس کے ابھی غلط کتب بھی نہیں بن سکے۔

دیوتا سروپ کے تاریخی رسالوں میں عام نقائص

تعصب اور ہنہ دھرمی ایک مورخ کے لئے بہت بڑے عیب کا علم رکھتی ہے۔ یہ عیب بھائی جی کے رگ وریشہ میں سراٹ کر چکا ہے۔ واقعات کچھ نہیں مگر وہ ہندو جتنا کو اس جھوٹے اور پر فریب نتیجہ پر لانا چاہتے ہیں۔ کہ سکھ اور مسلمان تمہارے دشمن ہیں۔ اور اس ناپاک خیال کو ثابت کرنے کے لئے مسلمان اور سکھ بزرگوں کی اشتعال انگیز توہین

کرنے سے بھی نہیں بچتے۔ تاریخ ایک ایسا فن ہے کہ جس میں نقل و روایت کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا۔ نقل و روایت کے وقت منقول عندا اور راوی کا پتہ دینا اور ماخذ کے وثوق و اعتبار پر پوری پوری روشنی ڈالنا مورخ کے فرائض میں داخل ہے اور اس سے روگردانی کرنا خود مورخ کی پوزیشن کو خطرناک بنا دیتا ہے۔ بھائی جی اپنے تاریخی رسالوں میں اول سے آخر تک اس خطرناک گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہیں نہیں بتلایا کہ یہ واقعہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ اور وہ واقعہ کہاں سے پھر یہ کہ جہاں سے واقعات اخذ کئے گئے ہیں۔ وہ ماخذ بھی مسلمہ مورخین کے نزدیک قابل استناد ہے۔

دیونا سروپ جی اپنے تاریخی رسالوں میں جس قدر واقعات لکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر سکھوں اور مسلمانوں کی تاریخوں کے قطعی برخلاف ہوتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نقل میں دیاننداری سے کام نہیں لیتے۔ یہ امر بھی ایک مورخ کے شایان شان نہیں۔

مورخ کا فرض ہے کہ جو کچھ اسے ملے۔ اچھا ہو یا برا۔ داغدار ہو یا بیداغ۔ من وعن دوسروں تک پہنچا دے۔ عیبوں کو چھپانا اور داغوں کو مٹانا۔ مورخ کا کام نہیں جو مورخ ہو کہ دھوئی کا کام کرتا ہے۔ وہ مورخ نہیں کہہ سکتا۔ بھائی جی کہیں بھی اپنے اس فرض کو پورا نہیں کرتے بلکہ الٹا اپنے عیبوں اور داغوں کو دھونے کی رائیگاں کو شش کرتے ہیں اور مخالف کی خوبوں کو عیب بنا کر خوب رنگ چڑھاتے ہیں۔

بھائی جی کی تاریخ نویسی میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تحریر واقعات میں ناجائز استقاط و حذف اور ایذا دہانہ سے کام لے کر اپنی دیونا سروپیت پر داغ لگاتے ہیں۔ جن واقعات سے مسلمانوں کی بہادری اور اولوالعزمی کا ثبوت ملتا ہو۔ اور جن سے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمانوں کے باہمی دوستانہ تعلقات پر روشنی پڑتی ہو۔ دیونا سروپ جی ان کو بالکل مضمم کر جاتے ہیں۔ اور لایعنی موضوع ناقابل اعتبار فرضی اور بنا دہنی واقعات کو جن سے ہندو مسلمانوں کا باہمی عناد اور مسلمانوں کے فرضی مظالم آئینہ ہوتے ہوں۔ انہیں دیونا سروپ جی منہ سے لے کر بڑی آب و تاب کیساتھ نکال کر تخریر کرتے ہیں۔

یہ خیال کبھی ان کے نزدیک تک نہیں بھٹک سکا۔ کہ جس واقعہ کو ہم تخریر کرتے ہیں۔ وہ اپنے زمانے اور اسکی معاشرت اور تمدن اور رسم و رواج کے لحاظ سے ممکن الوقوع بھی ہے یا نہیں۔

اگر ہندوستان میں دس بیس مورخ اور بھی ایسے ہی پیدا ہو جائیں تو بیچارے فن تالیف کا جواز ہی اٹھ جائیگا

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعرا کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

افسوس

بھائی پرمانند جی کے تاریخی رسالوں میں سے ہم ہر دست بیراگی بیکر کو لیتے ہیں۔ اور اپنے معزز ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ اس نام نہاد مورخ نے اس چھوٹے سے رسالے میں کہاں تک فنی تاریخ کی مٹی پلید کی ہے۔

بیراگی بیکر کے عام نقائص

۱۔ سارا رسالہ پڑھ جاؤ کہیں کسی واقعہ کا حوالہ نظر نہیں آوے گا۔

۲۔ عموماً اس رسالے میں ایسے واقعات لکھے مارے ہیں جو فنِ تاریخ کی مسلمہ کتابوں کے بالکل برخلاف ہیں۔ اور

اور اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جاسکے۔

۳۔ اس چھوٹے سے رسالے کی تحریر کا صرف یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے

پوری پوری نفرت پیدا کی جاوے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کی جڑھ پر کھراڑا چلا کر دونوں قوموں کے درمیان مخالفت کی پلج

حائل کر دی جائے

۴۔ فرضی مظالم کی بناوٹی داستانیں لکھ کر ہندوؤں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر آمادہ کر دیا جاوے

۵۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کی نشان اس رسالے کی ایک ایک سطر سے نمایاں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ عجیب

بھائی جی کی طبیعت کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔

۶۔ تاریخ کی کتابوں میں بیراگی کے متعلق جس قدر واقعات مسلمانوں کے حق میں تھے۔ انہیں بالکل نظر انداز کر دیا

۷۔ جن واقعات سے بیراگی کی اخلاقی کمزوری اور اپنے گوروی نافلمنی پر روشنی پڑتی تھی۔ انہیں بے وقار

ہی مضموم کر لیا ہے۔

۸۔ بیراگی کی لائسنسی تعریفوں کا اتنا بے سرو پا طومار کھڑا کر دیا ہے۔ کہ اگر خود بیراگی بھی موجود ہوتا۔ اور

انہیں دیکھ پاتا تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔

۹۔ کئی ایک مقامات پر ہر دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی دل آزار اور دل خراش توہین کی ہے۔

مذکورہ بالا امور کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ حد سے زیادہ بدبودار اور ناپاک ہے۔ اور اس قابل نہیں

کہ اس کے مطالعہ سے مفید معلومات کا اضافہ ہو سکے۔

دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی توہین

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بیراگی بیکر میں کئی ایسا پر بزرگوں کی توہین بھی کی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا

ہے کہ اس کی چند ایک مثالیں بھی ہدیۂ ناظرین کر دی جاویں۔

۱۔ مجھے اس کی زندگی میں وہ کمال دکھائی دیتا ہے۔ جو کہ نہ صرف ہندوستان کے بلکہ دنیا کے دوسرے ہمارے پیشوں میں نظر نہیں آتا۔ ص ۲

اس لایعنی فقرے میں بیراگی کو دنیا بھر کے ہمارے پیشوں سے فضیلت دی ہے۔ حالانکہ بیراگی کو آج تک فیضت ہی نہیں ملی۔ اور کسی مذہب والے نے اسے اپنا پیشو نہیں مانا۔ دنیا میں اس کا کوئی نیچہ بھی جاری نہیں ہوا۔ سکھوں کی امداد سے چند روز کے لئے اسے حضور اسامہ و ج ملا تھا۔ پھر اپنے تکبر اور غرور اور گورو صاحب کی نافرمانی کی بدولت پستی کے گہرے میں گر گیا۔ اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ کیا ایسا شخص دنیا کے ہمارے پیشوں کی فضا میں آسکتا ہے کبھی ممکن ہی نہیں۔ پھر ایسے شخص کو دنیا کے ہمارے پیشوں کے بالمقابل لاکر فضیلت دینا دنیا کے ہمارے پیشوں کی توہین نہیں تو کیا ہے۔ دنیا کے ہمارے پیشوں کے لفظ میں ہندوؤں مسلمانوں۔ انگریزوں وغیرہ کے تمام ہمارے پیش آگئے۔ اور پرانند جی کے لکھنے کے بموجب بیراگی سب فضیلت رکھتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کسی کی توہین کی جاسکتی ہے۔ دو در کیوں جاؤ ہندوستان ہی کو لو کیا ویدک رشی ہمارے پیش نہ تھے۔ کیا شاستر کار ہمارے پیش نہ تھے۔ کیا درشن کار ہمارے پیش نہ تھے۔ سرسری رام چند جی ہمارے ہمارے پیش نہ تھے۔ کرشن جی ہمارے پیش نہ تھے۔ ان بزرگوں سے بیراگی کا کیا مقابلہ۔ حقیقت میں سینا پاک فقرہ ان بزرگوں کی سخت توہین ہے۔ بھائی جی کو شرم نہیں آئی۔ کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ جو اسرات کے ساتھ ایک بیڈول سے پتھر کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ سر فلک پہاڑوں کے سامنے ریت کے اونے سے ذرے کو لارہا ہوں۔ اور تو اور گورو بند سنگھ جی ہمارے پیش ہی تھے۔ جکا حلقہ ارادت کانوں میں ڈال کر بیراگی نکلا تھا۔ اور جن کے صدقے حضور بہت عروج حاصل کیا تھا۔ پھر ان سے بھی نافرمان ہو گیا تھا۔ کھلا ایسے مقدس گورو سے ایسے نافرمان چیلے کا کیا مقابلہ۔ کیا اس سے گورو ہمارے پیش کی توہین نہیں ہوتی۔ پرانند جی اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر پھیٹیم پتا سر جی کو بھی ہمارے پیش لکھتے ہیں۔ کیا بیراگی ان سے بھی بڑھ کر تھا۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دکھیں۔

۲۔ مسیح کی قربانی اس کی شہادت کے سامنے سر جھکا لیتی ہے۔

مسیح علیہ السلام عیسائی اور مسلمان دونوں کے بزرگ ہیں۔ دونوں گروہ ان کو اللہ تعالیٰ کا پاک پیغمبر مانتے ہیں۔ اور دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ وہ سگینا انسان تھے۔ ساری عمر لوگوں کو نیکی کا راہ دکھاتے رہے۔ اور قربانی کے نزدیک تک نہیں گئے۔ آج ان کی چوکھٹ پر ورو عیسائیوں اور مسلمانوں کا سر جھکتا ہے۔ کیا ایسے مقدس انسان کے بالمقابل بیراگی جیسے کس پر س اور لوٹ مار کرنے والے آدمی کو فضیلت دینا عیسائیوں اور مسلمانوں کے دلوں کو دکھانے والی بات

نہیں۔ اور اس بے سرو پا مقابلے سے ان بزرگوں کی توہین نہیں ہوتی۔ مسیح کی قدر کرنے والے تو اربوں عیسائی اور مسلمان موجود ہیں۔ مگر بی راہی کا یہ حال ہے۔ کہ اس کو ہونے کے پروں پر اڑانے والا پرمانند خود لکھتا ہے۔ "ہندوؤں کو ہوش سنبھالنا کا موقع ہی نہیں ملا۔ اور نہ ان کو اپنے سچے مربی کے قدر کرنے کا خیال آیا۔" ایسے گناہ انسان سے مسیح کا مقابلہ مشرم کی بات ہے۔

حضرت بابا نانک پر چوٹ

۳۔ کہا جاتا ہے کہ وہ گورونانک دیو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے۔ اس لئے نہ ہندو تھے۔ نہ مسلمان۔ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ مسلمانی راج اور غلبہ کے وقت ہندو ریفا مر کی پوزیشن اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ اس قدر فریب دہ ففرہ سے جس میں گورونانک صاحب پر خطرناک حملہ کر دیا گیا ہے۔ گورونانک صاحب نہایت راست گوانسان تھے۔ دکھ آئے یا مصیبت کسی حالت میں بھی وہ راست روی سے نہیں بنتے تھے۔ اپنی گرانمایہ عمر کا اکثر حصہ سیاحی میں صرف فرمایا۔ ملک بلک پھرے۔ مگر کہیں راستی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ پرمانند جی انپریہ ناپاک الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانی راج اور غلبہ کی وجہ سے وہ ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے۔ گویا ان کا ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھنا مسلمان راج کے غلبے کی وجہ سے تھا۔ اور اس غلبہ سے ڈر کر ہندو مسلمانوں کو ایک کہہ دیتے تھے۔ ورنہ ان کی دلی رائے یہ تھی۔ کہ ہندو مسلمانوں سے بڑھ کر میں۔ کیا یہ امر صریحاً نفاق نہیں۔ کیا گورونانک دیو جیسے مقدس انسان کی نسبت ایسا خیال کرنا بہت بڑا گناہ نہیں۔ اور کیا اس سے ان کی توہین نہیں ہوتی۔ گورونانک دیو تو وہ مقدس انسان تھے۔ جن کے دل میں کبھی کسی سے دشمنی کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ ان کی نگاہ میں خویش و بیگانہ سب کیساں تھے۔ جو ان کے دل میں ہوتا تھا۔ وہی زبان پر لاتے تھے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ دل میں کچھ اور ہو۔ اور زبان سے اس کے خلاف کہہ دیں۔ انہوں نے اپنے مشاہدے سے اور تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ ہندو مذہب قابل ترک ہے۔ اور ان کے ویدکیتی اور سجات کا راستہ نہیں دکھا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے مذہبی نشان جنینوں کو اختیار نہیں فرمایا۔ اور نہ اپنے سکھوں ہی کو تعلیم دی کہ جنین ہوں نہیں۔ اگر گورونانک دیو ہندو ہوتے۔ اور سکھوں کو بھی ہندو ہی رکھنا چاہتے۔ تو سب سے پہلے آپنیں سندسار کی رسم خود ادا کرتے۔ پھر اس کے ادا کرنے کا سکھوں کو حکم دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ کیا ان کا یہ طریق عمل صرف نفاق پر مبنی تھا۔ یا درحقیقت وہ ہندو مذہب ہی کو چھوڑ چکے تھے۔

گورونانک صاحب اور وید

ہندو مذہب کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ ویدوں کے متعلق سوامی دیبانند جی کی تحریر کے بموجب گورونانک صاحب

کایہ فتوے موجود ہے۔

وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی

سنت کی جہا وید نہ جانی

نانک برہم گیانی آپ پریشور

ستیا رتھ پرکاش ص ۲۶۷

لہ گورو صاحب کے اس ارشاد پر سوامی جی کی رائے حسب ذیل ہے۔ کیا وید پڑھنے والے مر گئے۔ اور نانک جی وغیرہ اپنے کو غیر فانی سمجھتے ہیں۔ کیا وہ نہیں مر گئے۔ وید تو سب علم کا مخزن ہے۔ لیکن جو چاروں وید کو کہانی کہے۔ اس کی سب باتیں کہانی ہیں۔ اگر جابلوں کا نام سنت ہوتا ہے۔ تو وہ بچا رہے ویدوں کی عظمت کبھی نہیں جان سکتے۔ اگر نانک جی ویدوں ہی کی تعظیم کرتے۔ تو ان کا فرقہ نہ چلتا نہ وہ گورو بن سکتے تھے۔ کیونکہ علم سنسکرت تو پڑھے ہی نہیں تھے۔ پھر دوسرے کو پڑھا کر شاگرد کیسے بنا سکتے تھے۔ ستیا رتھ پرکاش ص ۲۶۷

گورو ہمارا ج کے ارشاد اور سوامی جی کی غیر معقول تشریح سے یہ امر ضرور ثابت ہو گیا کہ گورو ہمارا ج کے نزدیک چاروں وید صرف ایک کہانی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور بس اب یہی بات کہ ان کے متعلق سوامی جی کی رائے کیا وزن رکھتی ہے ہم صرف انا جادوینا ضروری سمجھتے ہیں کہ سوامی جی کی رائے بھی پرمانند کی رائے کے مطابق نہیں۔ اسے عقلمند خود سمجھ سکتے ہیں بلکہ اسے باطل غلط اور بے سرو پا کہتی ہے۔ کیونکہ ان کی رائے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گورو نانک صاحب نے اپنا فرقہ چلانے کے نئے ویدوں کو چھوڑ دیا تھا اور پرمانند صاحب کی رائے کا یہ مفہوم ہے کہ مسلمانانہ راج کے غلبہ کی وجہ سے بناوٹ کے طور پر ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے۔

بہ بین تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

اور بھی سنتے

سورٹھ محلا پہلا

ساست بید بکھیڑ و بھائی کریم کرو سنساری

پاکھنڈ میل نہ چو کئی بھائی انتریل و کاری

شاستر اور ویدوں کی تعلیم سچول دنیا وی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا۔ خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں

نہ کرو۔

سورۃ مٹلا ۳

پنڈت میں نہ چو کئی جے دید پڑھے چگ چار
اگر چاروں جگ یعنی آفازدنیا سے آخز تک دیدوں کا سمرن کرتے رہو تو بھی سجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ دید
ایسی ہی بیکار چیز ہے۔

بار و مٹلا ۳

دید پڑھے ہر نام نہ بوجھے

مایا کارن پڑھ پڑھ بوجھے

دید پڑھنے سے اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ جتنا چاہو دیدوں کو پڑھتے جاؤ خدا کے نام کا پتہ نہیں ملے گا
کیونکہ دیدوں کی تعلیم دیو ہی کدورتوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے۔

بہتے چار ہی دید بینائے سرب لوگ حقین کرم چلئے
جن کی لوہر چرن لائی تے بیدن تے بہے تیناگی
جن من موہر چرن ٹھہراؤ سو سمرن کے راہ نہ آؤ

کہا جاتا ہے کہ برہمنے چار دیدوں کو بنایا اور تمام دنیا کو ان کی دعوت دی۔ مگر جن کی لگن خدا سے لگی ہوئی
تھی انہیں دیدوں کو جواب دینا پڑا جو اس وحدہ لاشریک کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے۔ انہیں دیدوں کو دور
ہی سے سلام کہنا پڑا۔

قرآن مجید اور گورونانک صاحب

اب قرآن مجید کے متعلق بھی گورونانک دیو کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ جسم سا کھی کلاں ۱۹۷۴ء پر لکھا

گور دھارا ج کا یہ کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دیدوں کو نہایت
خور سے پڑھا تھا۔ تب ہی تو فرمایا دید پڑھے ہر نام نہ بوجھے۔ دید کے پڑھنے سے ہر کے نام کا جو باعث اطمینان قلب ہے
پتہ نہیں لگتا۔ کیونکہ دید میں پرہانتا کا خاتی نام اوم کہیں بھی موجود نہیں۔ موجود ہو تو پتہ بھی چلے۔ رگید اس سے کجی خالی
ہے۔ سام دید میں اس کا پتہ نہیں بیکر دید میں دو جگہ یہ لفظ آیا ہے مگر وہاں خدا کے ذاتی نام کے طور پر نہیں۔
دیدوں کے متعلق سری گورو گوبند سنگھ جی ہمارا ج کا ارشاد اس طرح ہے۔

ہے۔ تو ریت زبور انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید

رہی قرآن کتاب کل جگ میں پر واہر

بابا صاحب فرماتے ہیں ہم نے تو رات زبور انجیل کے علاوہ دیکھوں کا بھی مطالعہ کیا۔ مگر اس کلبجگ میں اگر کوئی کتاب ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بابا صاحب قرآن مجید کو تو رات انجیل زبور اور ویدوں کے بالمقابل ذریعہ نجات یقین کرتے تھے۔ اور یہ ان کا دلی عقیدہ تھا۔ ایسے نیک سرشت اور پاک انسان کے متعلق یہ کہنا کس قدر خطرناک الزام ہے۔ کہ مسلمانی راج اور غلبہ کے وقت ہندو ریفارمر کی پوزیشن اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔

کیا بابا صاحب مسلمانی راج اور غلبہ کے ڈر سے اپنے مذہب کو چھپاتے تھے۔ اور دل میں ویدوں کو سچا مان کر زبان سے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ اور قرآن پاک کو دل میں غیر الہامی سمجھ کر دکھاوے کے لئے اسے سچا اور ذریعہ نجات کہہ دیتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ کیا پھر ایسا خیال کرنا بابا صاحب کی صریحی توہین نہیں بابا صاحب جیسے پاکیزہ انسان کے متعلق ایسا ناپاک خیال قائم کرنا اپنی ہی نفسانی ناپاکی اور دکھاوے کی سنیاس کا نتیجہ ہے۔ مگر دینا سروپ جی کیا کریں۔ بمصداق آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گوئم۔ اسی بک ڈنڈی پر چل رہے ہیں جس پر آریہ سماج نے چلایا

ما مریداں رو بسوئے صلح چوں آرمیم چوں

رو بسوئے فتنہ و پیکار وارو پیر ما

بانی آریہ سماج نے سب سے پہلے اس خطرناک کوچے میں قدم رکھا۔ اور بابا صاحب کی توہین کی رسوا می جی لکھتے

ہیں۔ مانگ جی کا مدعا اچھا تھا۔ لیکن علیت کچھ بھی نہیں تھی۔ ہاں زبان اس ملک کی جو گاؤں کی ہے۔ اس کو جانتے تھے۔ ویدادی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اگر جانتے ہوتے تو زبجہ لفظ کو نہ جھکیوں لکھتے اور اس کی مثال ان کا بنایا ہو سنسکرت سٹو ہے۔ چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر بچے سنسکرت کیسے آسکتی ہے۔ ہاں ان گنواروں کے سامنے کہ جنہوں نے سنسکرت کبھی سنی نہیں تھی سنسکرتی بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہوں گے۔ یہ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرنے۔ ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی۔ نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے۔ اور یہ بھی کہہ دیتے۔ کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا جب کچھ خود ہندی تھی تو عزت و شہرت کے لئے کچھ دیکھ بھی کیا

ہوگا۔ سنسکرت پر کاش ۱۹۳۷ء

۴۷۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کی بیویوں کے متعلق لکھا ہے کہ ماں لیا کہ خط لکھنے والی گورو گوبند جی کی بیویاں تھیں کیا سکھوں کو یہ مناسب تھا کہ ملکی معاملات میں ان کا حکم گورو کے قائم مقام کی حیثیت سے مانیں۔ کیا ان کی بدھی انکی دانشمندی اور ان کی سمجھ ایسی برتر اور فرمانبرداری کے لائق تھی جیسے گورو کی ۱۱۲۔

نیز بیراگی کی طرف منسوب کر کے ان ہی بیویوں کے متعلق ایک فقرہ لکھا ہے۔ عورت کی مت اس کی کھری میں ہوتی ہے۔ ۱۱۹۔

ہم ان فقروں کی لمبی چوڑی تشریح کرنا مناسب نہیں سمجھتے صرف اتنا کہنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کی بیویوں کی جو عزت سکھ بھائیوں کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ اس کے لحاظ سے ان کے متعلق ایسے فقرات کا استعمال کرنا جیسے عورت کی مت اس کی کھری میں ہوتی ہے۔ یا ان کی دانشمندی اور سمجھ پر حرف لانا انکی ہر سچی توہین ہے۔ بیراگی کے بے سروے خیالات کو گورو صاحب کی بیویوں کے ارشادات پر فوقیت دینا سکھ بھائیوں کے نزدیک کبھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کہاں گورو صاحب کی با احترام بیویاں اور کہاں ایگنام سادست پروردہ ماقران بیراگی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بیراگی بیریس دیوتا سروپ جی کے جھوٹ

۱۔ بادشاہ نے کہا گورو ارجن دیوسے، اگر آپ کی نظر میں سب مذاہب برابر ہیں تو آپ گرنٹھ میں اسلام کے پیغمبر کی تعریف میں بھی کچھ گیت لکھ دیں۔ ۱۱۷۔

بادشاہ نے گورو ارجن دیو کو ایسا ہرگز نہیں کہا۔ یہ دیوتا سروپ کا مسلمان بادشاہ پر صریحی اعتراض ہے۔ یہ ایک ہندو کا فعل غضا۔ جسے مسلمان بادشاہ کی طرف شرارت سے منسوب کر دیا گیا ہے تاکہ سکھ بھائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اور وہ بھی دیوتا سروپ کے ہمنوا ہو کر مسلمانوں کی مخالفت میں حصہ لینا شروع کر دیں۔

تاریخ گورو خالصہ مصنف بھائی گیان سنگھ گیانی اوزناریخ گورو خالصہ مصنف بھائی سورج سنگھ میں یہ اختلاف قبل متفقہ طور پر یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے۔

چندو لعل ہندو کی تزغیب سے ناظم لاہور نے کہا۔ آپ پیغمبر اسلام کی تعریف گرنٹھ صاحب میں لکھ دیں۔ تاریخ

گورو خالصہ بھائی سورج سنگھ گیانی ۱۱۹۔

اسی کتاب میں آگے چل کر چندو لعل ہندو کا ذاتی فعل اس طرح پر لکھا ہے کہ وہ حفاظت اور جہانی کے ہمانے

سے گوردوارجن دیو کو اپنے گھر لے گیا۔ اور آپ کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور آپ کو خلوت میں لے جا کر کہنے لگا کہ میری لڑکی کا رشتہ منظور کر لو اور پھر اسلام کی تعریف کرتے ہیں لکھ دو ۵۵

اسی واقعہ کو بھائی گیان سنگھ جی گیانی اسطرح پر لکھتے ہیں کہ یہ بات سن کر بادشاہ خاموش ہو گیا۔ مگر لاہور کے ناظم نے کہا کہ جو کتاب اپنے بنائی ہے۔ اگر اس میں حضرت صاحب کی تعریف بھی لکھ دیں۔ تو بادشاہ سلامت آپ پر اور بھی مہربان ہو جائیں گے۔ چند سطر ہی چھوڑ کر پھر لکھا ہے۔ کہ چند ولعل ہندو گوردو جی کو اپنے گھر لے آیا۔ اور آپ کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور گورو صاحب کو اندر جو ملی میں لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ میری لڑکی کا رشتہ منظور کر لو۔ گرنختہ صاحب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھ دو۔ تاریخ گورو خالصہ بھائی گیان سنگھ گیانی حصار اقل نمبر ۵۵۵

پہلی عبارت میں عہدے کے لحاظ سے صرف ناظم لاہور نے لکھا ہے۔ نام تحریر کیا نہیں۔ مگر چل کر چند ولعل ہندو نام بھی لکھ دیئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناظم لاہور سے بھی یہی ذات شریفی ہی مراد ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ دیوان کا ٹپاس پر روشنی ڈالتا ہے۔

دیونا سروپ جی نے جھوٹ بول کر بیچارے مسلمان بادشاہ کو ناحق بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ ان کے پڑوسی بھائی ابنہ کا ساختہ پر داختہ ہے۔ افسوس تعصب اور ہٹ دھرمی کے بس میں آ کر انسان سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ ورنہ اس واقعہ سے جو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔

کہ مسلمان بادشاہ یعنی جہانگیر گوردوارجن دیو کی نہایت عزت کرتا تھا۔ اور اس قدر بے تعصب تھا کہ چند ولعل جیسے ہندووں کو بھی نظامت اور دیوانگی کے ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر رکھا تھا۔ اور اس نے گورو صاحب کو کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ گرنختہ صاحب میں آنحضرت صلعم کی تعریف لکھی جاوے۔ جب کہ اس میں آنحضرت صلعم کے ایک ادنیٰ غلام یعنی حضرت بابا فرید سیکر گنج کی تعریف اور ان کے اشعار موجود ہیں۔ اور کسی ہندو پنڈت کو قیمت حاصل نہیں ہوتی۔ کہ اس کی کلام بھی گرنختہ میں جگہ پاسکے۔ جن گورو صاحبوں نے آنحضرت صلعم کے غلاموں تک کی باتوں کو گرنختہ صاحب میں جگہ دی ہے۔ کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ وہ ان کے آقا کی باتوں کو جگہ نہ دیتے۔ حقیقت یہی ہے کہ بادشاہ نے ایسا کہا ہی نہیں۔ یہ ساری شہادت ہندو چند ولعل کی تھی۔ جن کی بدعتی اور بدشرشتی سے گورو صاحب بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہ دیونا سروپ حقیقت میں دیوسیرت ہے۔ اس کی کوئی بات بھی قابل قبول نہیں

یہ ہے اصلی قصہ جسے دیونا سروپ جیسے نام نہاد مورخ نے چند ولعل ہندو کا لفظ کاٹ کر اپنے ہم قوم کے گناہ کو مسلمان بادشاہ کی طرف منسوب کر کے اپنی تاریخ نویسی کی مٹی پلید کی ہے۔

۲۔ جیسا کہ تاریخ گوردوالہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی اور تاریخ گوردوالہ مصنفہ بھائی سورج سنگھ جی گیانی اور جنم ساکھی بھائی بالا میں تحریر ہے کہ گوردوارجن دیو کا قاتل چند ولعل ہندو تھا۔ وہ گوردوارجن دیو چہار ارج کو حفاظت اور جہانی کے بہانے سے اپنے گھر لے آیا۔ اور ان کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور گوردوار ارج کو الفوج اور اقسام کی تکلیفیں پہنچائیں۔ چلتے ہوئے تو سے پر بھلا یا۔ گرم گرم ریت آپ کے جسم پر ڈالی۔ انتہا یہ کہ گائے کا خام چمڑا لے آیا۔ اور اس میں گوردوار ارج کو سینا چلا۔ ایسے ایسے مظالم کا حال سن کر حضرت میاں میر رحمت اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانے کے مسلمان ولی تھے۔ اور جہانگیر بادشاہ کے پیر تھے۔ تشریف لائے۔ اور گوردوار ارج کو جلتے ہوئے آگ جیسے تو سے پر بٹھیا دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور فرمایا کہ مجھ سے تو یہ دیکھا نہیں جاسکتا۔ آپ اجازت دیں تو میں اس نالائق ہندو کو بادشاہ سے کہہ کر سزا دلادوں جس نے بادشاہ کی مرضی اور حکم کے بغیر جہانی اور حفاظت کے بہانے سے آپ کو گھر لاکر اس طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ گوردوار ارج نے جواب دیا۔ ہمیں کوئی دکھ نہیں۔ بلکہ شکہ ہے۔ آپ اپنے زمانے کے ولی ہیں۔ میرے لئے بارگاہ الہی میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخر تک استقامت کے ساتھ ان دکھوں کے سہنے کی ہمت دے۔ اور ہمارا قدم استقامت اور رضا کے راستے سے ڈگمگانے نہ پائے۔ یہ سے گوردوار ارج کی قربانی کا صحیح احوال جسے ہم نے مذکورہ بالا تاریخوں سے خلاصہ لکھ دیا ہے۔ اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر بادشاہ نے گوردوار ارج کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی کرنے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ تینوں تاریخوں سے اشارہ بھی یہ بات نہیں نکلتی۔ بفرض محال اگر جہانگیر نے ایسا حکم دیا ہوتا تو حضرت میاں میر چند ولعل ہندو کے متعلق گوردوار صاحب سے یہ کیوں کہتے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بادشاہ سے کہہ کر اس نالائق ہندو کو اس کے افعال بد کی سزا دلادوں۔ شاہی حکم ہوتا تو ہندو کو سزا دلانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ کیونکہ اس حالت میں تو وہ شاہی حکم کا تعمیل کنندہ ہوتا۔ اور بس حضرت میاں میر کا یہ ارشاد بھی اس امر پر صاف روشنی ڈالتا ہے۔ کہ بادشاہ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ ساری بے ایمانی چند ولعل ہندو کی تھی۔ حفاظت اور جہانی کے بہانے سے گھرایا۔ اور یہ تمام مظالم کئے۔ جائے حیرت ہے کہ پیراگی جیر کے صد ۱۹ پر اس صحیح واقعہ کو بھی افترا پر دازی کرتے ہوئے دیونا سرنو پرمانند نے مسلمان بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور چند ولعل جہانگیر کو دینی زبان سے یہ لکھ کر کہ اس نے بادشاہ کو بہکا دیا تھا۔ الزام سے بالکل بری کر دیا ہے۔ اور سارا الزام مسلمان بادشاہ کے سر تھوپ دیا ہے۔ کیا یہ امر ایک تاریخ نویس کے لئے باعث شرم نہیں۔ اور کیا اس کا نلیہ یا فعل اس فن کو داغدار نہیں بناتا ہے۔ مگر افسوس آریہ سماجی دنیا میں ایسے ہی لوگ قابل قدر خیال کئے جاتے ہیں جن کا سب سے اعلیٰ مقصد ہو کہ جھوٹ سے ہو یا فریب و افترا سے

مسلمانوں کو ضرور بزدلام کر دیا جاوے تب ہی تو پرمانند دیونا سروپ بن گئے۔ ورنہ پرمانند کے پرمانند ہی رہتے اور کوئی بھی نہ پوچھتا۔

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یا ستم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یا ستم

۳۔ دیونا سروپ جی درشنانی فرماتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ گوردو کوڑھ گوہر بند صاحب کے ساتھ حسد بھی رکھتا تھا مگر ساتھ ہی ان کو خوش بھی رکھتا چاہتا تھا۔ ایک سال انہیں اپنے ساتھ کشمیر کو لے گیا۔ راستے میں ان کے طریقے سے ناراض ہو گیا اور ان کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ ۲۱

واقعات بہ بانگِ دل کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر گرفتارِ حسد ہوا نام کے تارکِ دنیا حاسد نے شہنشاہِ جہانگیر کی گذشتہ شان و شوکت پر زحاکر کھاکر سفید جھوٹ بولا ہے۔ اور یہی نہیں سمجھا کہ اس پر فریب طبع سازی کا کیا نتیجہ نکل آئے گا یہی نہ کہ جب تاو دیا جائے گا۔ ہوجائے گا منہ فق۔ گورو صاحب کے ساتھ شہنشاہِ جہانگیر کے جوہر اسم و روالط اتحاد قائم تھے۔ بسکھ بھائیوں کی تاریخی کتابوں میں روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہیں شہنشاہ کی طرف سے پانچ سو روپیہ روزانہ گورو صاحب کو ملا کرتا تھا۔ اور وہ انہیں بالعموم اپنی مصاحبت میں رکھتا کرتا تھا۔ گورو صاحب بھی ہر روز دربار میں جاتے اور اپنی لیاقت و حسنِ اخلاق سے بادشاہ کے دل پر قبضہ جاتے۔ بادشاہ تکرار کو جاتے تو گورو صاحب بھی ہمزہ ہوتے رشکار کے موقع پر ایک دفعہ بادشاہ پر شیر حملہ آور ہوا تو گورو صاحب تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور بادشاہ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ چھٹی بادشاہی کی جنم ساکھی مطبوعہ آریہ سٹیٹ پریس لاہور ۱۹۱۷ء

کیا یہ باتیں باہمی محبت و اتحاد کے بغیر بھی ہو سکتی ہیں۔ یا انہیں دیکھ کر کوئی باور کر سکتا ہے۔ کہ بادشاہ گورو صاحب سے حسد رکھتا تھا یا گورو صاحب اس کی سلطنت کو مٹانا چاہتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ایسے تعلقات کو دیکھتے ہوئے ایسی نامعقول رائے تو کسی مورکھ سے ہو کر رکھ انسان کی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ جس طرح پر آج شہنشاہِ جہانگیر اور گورو صاحب کے یہ خوشگوار دوستانہ تعلقات بھائی پرمانند صاحب کو پسند نہیں آتے۔ اور ان تمام تعلقات پر پانی پھینچنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں ایک نا عاقبت اندیش ہندو کو یہ روالط اتحاد پسند نہ آئے۔ اور انہیں دیکھ کر حسد کی آگ سے کوئلہ ہو گیا یہ کونسا ہندو تھا وہی چند و لعل جس سے ناظرین پہلے بھی تعارف حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ جنم ساکھی مذکورہ میں لکھا ہے۔

جب دیوان چند و لعل نے دیکھا کہ ان کا وار خالی گیا۔ بلکہ ان کا گورو صاحب کی عظمت و شوکت کا سکھ بادشاہ کے

دل میں سمجھ گیا۔ تو وہ بہت گھبرایا اور اس نے سوچا کہ ایسا نہ ہو یہ بادشاہ کی خدمت میں اپنے والد کے واقعہ کا اظہار کر کے مجھے نقصان پہنچائیں۔ اس لئے وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ایک اور چال چلا۔

دیوان چندو لعل نے مہمان بادشاہی کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں کہلایا۔ کہ آج کل آپ پر ساڑھتی آبنوالی ہے جس سے بچنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ گوردھر گوبند صاحب گوالیار کے قلعہ میں تشریف لے جا کر وہاں چلیں۔ اور اسم اعظم کا جاب چپیں، ایسا کرنے سے جو مصیبت و بلا آنے والی ہے۔ سر پر سے نل جاوے گی۔ گوبادشاہ کو گوردھ صاحب کی جدائی منظور نہ تھی مگر جب اپنی مصیبت کا دغیبہ اس میں نظر آیا۔ تو بڑے ادب کے ساتھ گوردھ صاحب کی خدمت میں گوالیار جا کر چلے کشتی کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے منظور کر لی۔ اس طرح سے گوردھ صاحب اپنے پانچ مقرب سکھوں کو ہمراہ لے کر بھادوں ۱۶۶۲ء بکری میں دہلی سے آگرے کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے ہمراہیوں کو محفل کے ٹیڈ میں چھوڑ گئے۔ چھٹی بادشاہی کی جہم ساکھی ص ۱۵۱

تو ارنج گوردھ صاحب بھائی سورج سنگھ جی گیانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس واقعہ کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ نے گوردھ صاحب کو قید کر دیا تھا۔ یہ دیونا سرور کی خوش فہمی ہے۔ جو کہ اس واقعہ کو قید سے تعبیر کرتا ہے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ بادشاہ کی درخواست پر چلے کشتی کے لئے گوردھ صاحب کا گوالیار تشریف لے جانا قید نہیں کہا جاسکتا۔ قید کرنے کے لئے درخواست نہیں کی جاتی حکم دیا جاتا ہے۔ اور بادل ناخواستہ جبراً بھیجا جاتا ہے۔ شاید دیونا سرور جی کو کالے پانی بھینچنے کے وقت درخواست کی گئی ہوگی۔ ورنہ دیونا سرور کی مورخ کہلا کر اتنی بڑی غلط بیانی سے کام لینا اور واقعہ کو لگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دینا شرم کی بات ہے۔ پھر اس واقعہ میں کشمیر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ دیونا سرور جی اپنے پاس ہی سے لے آئے۔ دہلی کے واقعہ کو سفر کشمیر کا واقعہ بنا دیا۔ اور جہانگیر کی ناراضگی کا دم چھلدا اپنی طرف سے بڑھایا اور اصلی واقعہ کہیں لکھا ہی نہیں۔ کہ حقیقت میں گوردھ صاحب کا گوالیار بھیجا جانا چندو لعل ہندو جمانا کی جلسہ سازی کا نتیجہ تھا۔ مہمت کے متوالے بھوسے بادشاہ کو تو خبر بھی نہ تھی کہ

ہے کوئی اور ہی اس پردہ زنگاری میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانے میں گوالیار پولیٹیکل اور شاہی محسروں کے لئے ایک قید خانہ تھا۔ مگر آخر اس قلعہ میں قلعہ دار سپاہی اور دیگر لوگ بھی رہتے ہی تھے۔ وہ وہیں رہنے کے باوجود قیدی نہیں کہلا سکتے تھے۔ پھر گوردھ صاحب سے لے اس لفظ کا استعمال کرنا بالکل بے جا ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں نے اسے قید سمجھ لیا ہو مگر حقیقت میں سمجھنا صحیح نہ تھا۔ چندو لعل اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ گوردھ صاحب قید نہیں ہوئے۔ بادشاہ کی درخواست

پر چدکشی کے لئے گویا تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے گورد صاحب کو دکھ دینے کے لئے ایک اور چال چلی۔ اس ننانہ میں ہر داس لکھتری قلعہ دار تھا۔ چند و لعل نے قلعہ دار مذکور کو انعام و اکرام کا لایح دیکر کہا بیجا۔ کہ زہر کھلائے مختلف اقسام کی بکیف پہنچائے کسی نہ کسی جیلے بہانے سے گورد صاحب کا کام تمام کر دے جنم ساکھی مذکورہ۔

دیوتا سروپ جی کو چند و لعل کی کہانی لکھنی چاہئے تھی۔ مگر کیا کرتے۔ اس سے ایک ہندو ہمارا پر داغ لگتا تھا۔ اور ساری قوم بدنام ہوتی تھی۔ اس لئے اپنی ہندو دوا از مسلم آزار طبیعت کے فاقوں مجبور ہو کر چند و لعل ہی ہمارا ج کانا م حذف کر کے اس کے تمام افعال کو بے چارے بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ تاریخ کے اور اق و صحر نہیں جاسکتے۔ جب کہ یہ کی جادوے گی۔ حقیقت روشن ہو جاوے گی۔ اور در عداوت سے منہ چھپانے کے لئے کہیں جگہ نہیں مل سکے گی۔ اور یہ ریت کا قلعہ دھڑام سے زمین پر آگرے گا۔

۴۷ پر بھو تیغ بہاؤرنے ملک اور جینوں کی حفاظت کے لئے آپ کو قربان کیا۔ مثلاً

کس قدر پر فریب جھوٹ ہے۔ دیوتا سروپ جی کا اور کس قدر جرات اور دلیری ہے کہ گورد جی ہمارا ج کی طرف وہ بات منسوب کر دی جس کا کھنڈن کرنا ہی ان کا مشن تھا۔ اگر گورد ہمارا ج کے دل میں ملک اور جینوں کی اتنی ہی عزت تھی۔ کہ اس کی حفاظت کے لئے جان تک کی پروا نہیں کرتے تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ خود اسے اختیار ہی نہیں دیا پہلی بادشاہی سے لے کر دسویں بادشاہی تک یعنی گورد زمانہ کے دو سو سے لے کر گورد کو بندہ سنگھ صاحب تک کسی گورد صاحب نے بھی جینوں نہیں پہنایا۔ اور نہ ملک لگایا۔ بلکہ اسے ایک فضول اور لائینی رسم سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور نہ صرف خود ہی چھوڑ دیا بلکہ اپنے سکھوں کو بھی حکم دیا کہ اس بد رسم سے ملحدہ رہیں۔ گورد گرنتھ صاحب میں اس رسم کی موجودہ رسومات کا سخت ترین کھنڈن موجود ہے۔ چنانچہ سکھ عبادیوں نے بھی آج تک اس رسم کو اختیار نہیں کیا۔ کیسے خیال میں آسکتا ہے کہ جس رسم کے اندھا کے لئے گورد صاحب ان کی کوششیں صرف ہوں۔ اسی رسم کی حفاظت کے لئے گورد تیغ بہاؤ صاحب اپنے آپ کو قربان کر دیں۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

مکن ہے۔ کوئی خوش فہم یہ خیال کرے۔ اور کہہ دے کہ گورد صاحبان تبارک اللہ نیا تھے۔ اور سیناسی آشرم میں پرورش رکھتے تھے۔ سیناسی کے لئے جینوں کی ضرورت نہیں۔ اس لئے گورد صاحبان نے اسے نہیں پہنایا چنانچہ ایک موقع پر پنڈت رام چند ہلوی آریہ مناظر نے رائے سیند کے مناظرے میں مجھ سے کہہ بھی دیا تھا کہ گورد مانگ دیو تو سیناسی تھے۔ انہیں جینوں پہننے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بے تکے شے کا بھی ساتھ ساتھ

ہی ازالہ کر دیا جاوے۔ اور وہی جواب لکھ دیا جاوے جس سے پنڈت جی مذکور کا منہ بند ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔۔۔۔۔ کہ گورو صاحبان سنیاسی نہیں تھے سب کے سب گرہنہ آشرم میں داخل تھے۔ سب کے گھروں میں بی بیاتھیں، اور صاحب اولاد تھے۔ ان کا مشن یہ تھا کہ دنیا میں رہ کر زندگی کی مشین کو خوش اسلوبی سے چلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہو۔ ترازو کے دونوں پلٹے برابر رہیں۔ اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے کہ دین و دنیا ہم آہنگ کر لیں۔ اور پھر سنیاسی کے لئے چار ارب روپے کا صفایا بھی لازمی ہے۔ اور گورو صاحبان کے حق میں ایسا خیال کرنا بھی گستاخی ہے۔ وہ سب کہیں بھاری تھے۔ گورو صاحبان کا یہ طریق اس امر کی دلیل ہے۔ کہ سنیاسی آشرم کوئی مفید چیز نہیں سنیاسی کی تعلیم ہی خلاف قانون قدرت ہے۔ بیوی بچوں کے حقوق کا خیال اور ان کی حفاظت لازماً انسانیت سے سنیاسی ہو کر اس فرض کو دھکا دینا پڑتا ہے۔ خدا کی تویر مٹنی ہے۔ کہ دنیا کا بلخ پھیلنا چاہئے۔ اور سنیاسی کا عمل اس کو جاننے کی ٹکر میں ہے۔ ایسی چیز کو جو کہ سرکچا قانون قدرت کے خلاف ہو۔ گورو صاحبان اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ اور انہوں نے اختیار نہیں کیا پھر تو ہندو ہونے کی شرط پر ان کو جینو ضرور پہننا چاہئے تھا۔ مگر نہیں پہننا کیونکہ وہ ہندو نہ تھے نہ ہندو پن سے کوئی سروکار ہی رکھتے تھے پھر یہ کہنا کس قدر جھوٹ ہے کہ گورو تیغ بہادر صاحب نے تلک اور جین کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ گورو صاحب کی قربانی اور ہندوؤں کی قربانی کا حال ہم سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلق اور آریوں کی بددوشی نامی رکیٹ میں تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کرنا چاہئے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۵۔ اسلامی حملوں کے نتیجے میں ہندو قوم کے جیب اور سارے قلعے ٹوٹ گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو چھانپنے کے لئے اپنے گرو ذات پات کا ایک قلم تیار کر لیا۔ اسی قلم کے اندر رہنے کے لئے ایسی پابندیاں اور قواعد بنائے۔ کہ اس کے اندر رہنے والوں کو اس کی دیواروں کے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

ہمارا ج کو تپتہ نہیں کہ ذات پات کا قلم اسلامی حملے سے مرعوب ہو کر تیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ جیب سے دیکھو ان کا نظریہ ہر اسے تب ہی سے پتلا ہو جو ہے۔ بنیاد و قدامت روپ جی نے دیدل کو نہیں دیکھا۔ ورنہ ایسی بے اصل اور جھوٹی رائے تھریر نہ فرماتے۔ تجرید میں لکھا ہے۔

بڑھن اس کا منہ تھا بھجیا میں کشتری رزمیں ویش اور شور در پاؤں سے اپن ہوا۔

وید اپیش پنڈت راجارام

ذات پات کے قلم کا سنگ بنیاد وہی منتر ہے۔ اور یہیں سے باہمی تفرقہ داریاں کا آغاز ہوا ہے۔ اس سے

بڑھ کر اور تفریق کیا ہو سکتی ہے۔ کہ انسانوں کے ایک گروہ کو باوجود اصل فطرت میں مساوات رکھنے کے بڑھتا کا منہ کہہ دیا جاوے۔ اور ایک کو اس کی بھجائیں اور ایک کو رانیں بے چارے شہدروں کو اور کہیں جگہ نہ لے پاؤں سے پیدا کر دیا جاوے اور بتلادیا جاوے کہ جس طرح پاؤں منہ نہیں بن سکتے۔ اسی طرح شہد کبھی برہمن نہیں ہو سکتا۔ نہ ویش کشتری بن سکتا ہے۔ نہ کشتری برہمن

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفریق اصول مساوات کے بالکل خلاف ہے۔ اور بھائی برہمن بدی کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اس ذات پات نے قومی مساوات کو توڑ کر بے شمار تفریقیں کر دیں جن سے کہ قومی زندگی بالکل تباہ ہو گئی۔ مگر گستاخانہ معاف اس تمام تباہی اور تفریق کا موجب ویدوں کی مذکورہ بالا تعلیم ہے۔ نہ کہ اسلامی حملہ کا رعب۔ اسلامی حملہ تو ویدوں سے بہت مدت بعد ہوا اور وید تک تعلیم اس سے صدیوں پیشتر موجود تھی۔ اور اسی زمانے میں یہ قلم بھی تعبیر ہوا تھا۔ ویدوں سے نتیجہ نکالنا پڑے گا۔ کہ وید بھی اسلامی حملے کے بعد بنائے گئے۔ اور اسلامی حملہ سے بچاؤ کی خاطر ان میں مذکورہ بالا منتر ڈال کر ذات پات کا قلعہ تیار کر دیا گیا۔

میں تو دیتا سروپ جی کی حالت واجب الرحم معلوم ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات کے خلاف لکھتے لکھتے ویدوں کے بھی برخلاف لکھنے لگ گئے۔

۶۔ گورو گوبند سنگھ جیو سے بیراگی نے ان کے ادیش کا چارج لے لیا۔ گورو نے بیراگی کی شہرت اور قابلیت کی تعریف کی بیراگی نے انکساری سے بھرا جواب دیا میں آپ کا بندہ ہوں۔ گورو نے کہا۔ آپ بندہ ہوتو اپنی پائا کی بندگی کرو۔

دیتا سروپ نے چال بازی سے اصلی واقعہ کو چھپا کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ ہم تو اس رخ گورو خالصہ سے اصل واقعہ تحریر کر کے حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھاتے ہیں

بیراگی بندہ گورو تھا جب کاسکھ بن گیا تھا۔ دیتا سروپ نے جھوٹ بول کر اس کی سکھی کو چھپا پائا کہ کسی نہ کسی طرح اس کا یہ داغ مٹایا جاسکے۔ کیونکہ آگے چل کر بیراگی بندہ سکھی سے منکر ہو گیا تھا۔ اور گورو صاحب کی بیویوں کو ان کے خط کے جواب میں لکھ چھا تھا

آپ کا مجھے ایسا خط لکھنا فضول ہے۔ میرے پر آپ کو کیا دعوائے ہے۔ آپ سکھ ہو۔ میں بیراگی

سادھو ہوں میں کبھی گورو کا سکھ نہیں ہوا۔

بیراگی ہیر منٹا

قطع نظر اس بات کے کہ یہ خط بالکل بے سرو پا در بے اصل ہے نہایت ہی گستاخانہ طریق پر لکھا گیا ہے کہا

بیراگی کے وہ لفظ کہ جس میں آپ کا بندہ ہوں اور کیاں یہ دیدہ دلیری کہ میسر پر آپ کو کیا دھونے سے گورو صاحب کی جو بیاں ایسی کم حیثیت نہ تھیں کہ بیسزگی سب سے حقیقت آری انہیں ایسے الفاظ سے مخاطب کرنا بیراگی کے سکھ ہونے کے متعلق تاریخ گورو خالصہ معترضہ بھائی گیان سنگھ گیانی حصہ اول صفحہ ۲۱۳۵ میں صاف لکھا ہے۔

گورو جی نے اس کو گورو گھر کا سکھ بنا کر اس کا نام بند اسنگھ رکھ دیا۔
دیوتا سروپ کا ایک کھانا بھی غلط ہے۔ کہ گورو نے کہا آپ بندہ ہو تو اپنی ماتا کی بندگی کرو۔ تاریخ گورو خالصہ میں یہ دانتہ اس طرح پر لکھا ہے۔

بیراگی بندہ ماتا باندھ کر گورو صاحب کے آگے آکھڑا ہوا۔ گورو صاحب نے پوچھا تم کون ہو
بیراگی نے جواب دیا آپ کا بندہ ہوں۔ گورو صاحب نے فرمایا۔ سچا بندہ وہ ہوتا ہے جو مالک کی بندگی پوری کر دکھائے۔ تاریخ گورو خالصہ معترضہ بھائی گیان سنگھ صفحہ ۲۱۳۷

گورو صاحب کے ان لفظوں کو کہ سچا بندہ وہ ہوتا ہے۔ جو مالک کی بندگی پوری کر دکھائے۔ دیوتا سروپ نے بول بڑا دیا بندہ ہو تو اپنی ماتا کی بندگی کرو۔ گورو صاحب کے لفظوں میں ایک اعلیٰ سے اعلیٰ عرفانی خیال کی جھلک موجود ہے اور دیوتا سروپ کے لفظوں میں ایک اونٹنی سے اونٹنی مشرق کا نہ خیال کی ظلمت کبھی ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ گورو گو بند سنگھ جیسا خدا پرست انسان ایسے ذلیل خیال کی طرف توجہ بھی دے سکے۔ زمین کی بندگی کرنا خدا پرستوں کا کام نہیں ایسا گندا خیال کبھی ان کے نزدیک تک نہیں آسکتا۔ ان کے نزدیک خدا کے سوا زمین آسمان سورج چاند ستارے اور عناصر سب انسان کے خدنگار اور خادوم کبھی لگ نہیں پھران کی بندگی کیا۔ ان سے تو بندگی کرانی چاہئے۔ بسعدی نے سچ کہا ہے

ابرو باد و مہ و غور و شیفہ فلک و درکارند تا تو نمانے بگف آری و بختک نخوری

ہم از پیر تو سرگشتہ و فرماں بردار شرط انصاف نماند کہ تو فرماں نبری

۷۔ اس قصہ پر قبر کی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ علی حسین جس نے گورو گو بند سنگھ کے ساتھ دھوکہ کر کے انند پور

چھڑا تھا۔ یہاں کا تھا..... اس نے گورو کے بچوں کے بارے میں

صوبہ سرحد سے کہا تھا کہ سانپوں کے بچے سانپ ہوتے ہیں

دیوتا سروپ یہاں بھی اپنی مسلم آزار طبیعت سے مجبور ہو کر جھوٹ بولنے پر اترا آئے ہیں۔ اپنے دینی بھائی

دیوان سچانند کے فعل کو بے چارے ملی حسین مسلمان کی طرف منسوب کر کے اس کیینہ گناہ سے اس کے دامن کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ اور یہی نہیں سمجھا کہ جیسا سچانند نے کیینہ پن کیا۔ اس سے بڑھ کر کیینگی ہے کہ ایک ہندو کے فعل کو مسلمان کی طرف منسوب کر دیا جاوے۔

سوانح عمری گوردون بند سنگھ صاحب مصنفہ ایس ایم جوہر میں صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے
شیر محمد خاں ذوالبالیہ کو ملہ کے سمجھانے سے صوبہ ان کاغون ہمانہ چاہتا تھا۔ مگر اس کے دیوان سچانند کھتری نے جو گوردو کا دیرینہ دشمن تھا۔ یہ صلاح دی۔ سانپ کے بچے سانپ ہیں۔ ان کا صحیح اور سلامت رکھنا خلاف مصلحت اور عقل دور اندیش ہے۔
تواریخ گوردو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ گیانی میں اس واقعہ کو اس طرح پر لکھا ہے۔
ذیربیاں کانپا تھا۔ اور اس کا دل بھی نرم ہو گیا۔ مگر سچانند ہندو کھتری نے کہا۔ کہ خاں صاحب آپ سچ جان ہیں اگر یہ بچے زندہ رہ گئے۔ تو آپ کا کھڑا کھوج مٹا دیں گے۔
سانپ کو مارنا اور اس کے بچوں پر نر س کھانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تواریخ مذکورہ ص ۱۰۱
تواریخ گوردو خالصہ بھائی گیان سنگھ گیانی میں لکھا ہے۔

یہ بات سنکر اور سب خاموش ہو رہے۔ مگر دیوان سچانند ہندو کھتری بول اٹھا۔ کہ یہ سانپ کے بچے ہیں، انہیں چھوڑنا مناسب نہیں۔ تواریخ مذکورہ ص ۱۰۲
مذکورہ بالا تین سچے گواہوں کی گواہی ہو جانے کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ دیوتا سروپ نے سچ بولا ہے افسوس آریہ سماج میں اس قسم کے جمانتا سنیاسی اور یوگی کثرت سے نظر آتے ہیں جن کا پیشہ ہی جھوٹ بولنا افترا پردازی کرنا۔ دنیا بھر کے جیوب مسلمانوں کے سر کھوپڑیا ہے۔ دیوتا سروپ جی کی شان ان سب سے بڑھ کر ہے۔

دیوتا سروپ جی کے سچ

بطور مشتبہ نمونہ از خردارے بیراگی بیراگی سے ہم نے دیوتا سروپ جی کے سات جھوٹ لکھ دیئے ہیں۔ ناظرین ان ہی سے قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ دیوتا سروپ نے بیراگی بیراگی کہاں تک حق کی داو دی ہوگی۔
قیاس کن۔ گلستان من بہار مرا
مگر اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمونے کے طور پر ان کے چند سچ بھی تحریر کر دئے جائیں۔

۱۔ اکبر بادشاہ ان کی دگور درانداس صاحب کی عزت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ درشن کے لئے آیا جس سے گورو

کی شہرت بہت پھیل گئی۔ سیراگی بیر مت

معلوم نہیں دیوتا سروپ جی کی زبان سے یہ الفاظ کیونکر نکل گئے ان سے تو ایک مسلمان بادشاہ کا سلوک ثابت ہوتا ہے۔ شاید بھول گئے ہوں گے۔ ورنہ دیوتا سروپ اور کسی مسلمان بادشاہ کے سلوک کا اظہار کبھی ممکن ہی

نہیں۔

۲۔ چند گورو کے خلاف جتنا تھا۔

آخر ہندو تھا کیوں نہ جلتا۔

۳۔ ایک وقت جہانگیر کے حکم کے مطابق انہوں نے دگوروں کو بند صاحب بنے، نالا گدھ پر چڑھائی کی اور راہ

نارا چند کو مطیع کیا۔ مت

اگر گوروں کو بند صاحب جہانگیر کے مخالف ہوتے۔ تو اس کے حکم سے ایک ہندو راجہ پر کیوں چڑھائی

کرتے اور کامیاب ہو کر اسے جہانگیر کا مطیع بناتے۔ اس سے جہانگیر اور گوروں کو بند صاحب کے دوستانہ تعلقات پر دیوتا سروپ جی کے لفظوں میں کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحب ہندوؤں کو مسلمانوں کی حکومت سے آزاد کرانا نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ ایک ہندو راجہ کو جہانگیر کا مطیع بنانا کیا معنی کیا رکھتا ہے۔

۴۔ لاہور کے مسلمانوں میں میران کے بڑے مداح تھے۔ مت

حضرت میانیر صاحب گورو صاحب کا چھابنا اور ان کی تعریف کرنا اسی بنا پر تھا۔ کہ گورو صاحب کا مسلک اسلام

کے برخلاف نہیں تھا۔

۵۔ رام رائے نے ان کے دگورو تیغ بہادر صاحب کے خلاف زہر بھنا شروع کیا۔

رام رائے صاحب بھی ہندو ہی تھے۔ گورو صاحب کے ساتھ ان کا سلوک بھی عجیب و غریب تھا۔ جو کہ دانت دن

بادشاہ گورو صاحب کے برخلاف اکساتے رہتے تھے۔ اس ہندو سلوک کے کیا کہنے

۶۔ انہوں نے (ہندو بہاری راجاؤں نے) اور گزریب کو ایک چھٹی گورو کے خلاف لکھ بھیجی۔ مت

ہندو سلوک اسے کہتے ہیں۔ ہندو ہو کر گورو کی مخالفت کیا کہتا ہے۔

۷۔ ایک برہمن گنگا رام نامی نے مخبری کر کے ان کو گورو صاحب کے صاحبزادوں کو پکڑوا دیا۔ مت

گورو صاحبان سے ہندوؤں کی ناراضگی کے اسباب

یہ امرنی الوداع تعجب نیز مسموم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے امدادگی بجائے گورو صاحبان کی مخالفت میں بہت بڑا حصہ لیا۔ مگر غور کی نگاہ ڈالنے سے سارا تعجب رفع ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر ہندو مخالفانہ کرتے تو تعجب کی بات تھی۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی مصلح پیدا ہوتا ہے تو وہ قوم اس اصلاح کی طرف توجہ دیتا ہے۔ تو قوم اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جایا کرتی ہے بیس نہ یہی سلوک گورو صاحبان کیسے بھی ہوا چونکہ گورو صاحبان کا مشن ہندو قوم اور ہندو مذہب کی اصلاح کرنا تھا۔ اور اس بغض کے لئے انہوں نے ویدک تعلیم کی خرابیوں کو علی الامعان ظاہر کیا۔ اس لئے قوم ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئی جس نے سرسری نظر سے بھی گورو گرنتھ صاحب کو پڑھا ہوگا۔ وہ اس امر سے ضرور واقف ہوگا کہ ویدک رسمیات کی پابندی نہایت ہی تشدد لگانا۔ تیرتھ اشران کرنا وغیرہ وغیرہ کون کون رسمیں ہیں جن کی گورو صاحبان نے مخالفت نہیں کی۔ ہندو قوم ایک ایسی مدت ان رسمیات میں مبتلا چلی آتی تھی۔ اور یہ رسمیں جہانتوں نے انہیں رسموں پر کئی اور تجات کا اختصار کر رکھا تھا۔ اور ان کی اپنی معاش بھی انہی رسموں پر موقوف تھی۔ اس لئے کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ گورو صاحبان کے اصلاحی کاموں کو چھین لگا کر دیکھتے بائیں قدر کرنے انہوں نے بھی شدت سے مخالفت کی آگ جلائی۔ اور ناپسندیدہ و رکوشش کی۔ کہ اس کے بھگتے ہوئے تھے گورو صاحبان کے خرمستی کو جلا دیں مگر چونکہ خدا حافظ ہو انہیں کون مار سکتا اور ہندوؤں کی ساری ناپاک کوششیں کارت ہوئیں اور وہ اپنے شیطانی منصوبوں میں کامیاب ہو سکے۔ ہندوؤں کے سر پر اس بیچوہ عقیدہ کا بھوت سلو تھا کہ پرانا آکیشیا جو اور پیر کرتی بھی انادی ہیں یعنی خدا کے ساتھ روح اور مادہ بھی قدیم ہیں۔ اور اس عقیدے کے رو سے لازم آجاتا تھا کہ خدا بالکل عاجز ہے روح اور مادہ کے بغیر ایک ادنیٰ سی چیز ہی کے پاؤں بنانے پر بھی قادر نہیں۔ اور اس کی قدامت میں روح اور مادہ بھی برابر کے شریک ہیں چونکہ یہ عقیدہ خدا کی توحید اور اس کی قدرت کا لہ اور صفات حسنہ کے بالکل نمانی تھا اس لئے گورو صاحبان ان پاکیزہ لفظوں میں اس کی زد سے تیزید کر دی

ہمکے ہون جو حکم نہ کیا جائے

جو اور مادہ وغیرہ خدا کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی قدامت کی صفت موجود نہیں قدیم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے باقی سب اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ پھر گورو صاحب فرماتے ہیں

جیا جنت سب مشرن تہماری سرب جیاں بند پاسی

جو تہدہ بھاوے سوئی چنگا اک نامک کی ارداسی

اللہ تعالیٰ ہی اس دنیا کا خالق ہے اور تمام روحیں اسی کی خلق اور ملکیت ہیں۔ ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ سزا و جزا اور لوگوں کے ذریعہ ہوتی ہے اور انسان اپنی بد اعمالی کی بدولت کتوں گدھوں وغیرہ جانوروں اور مختلف قسم کی نباتات میں بار بار جنم لیتا ہے۔ گورو صاحب ان موثر لفظوں میں اس عقیدے کی اصولاً تردید فرماتے ہیں۔

اول اللہ نور آیا یا قدرت کے سب بندے

اس نوز میں سب جگ چچا کون بھلے کون منے

خدا نے سب سے پہلے اپنے نور کا ظہور کیا۔ پھر اسی نور سے یہ دنیا پیدا ہوئی۔ پھر یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدائش کے لحاظ سے کوئی بھلا اور کوئی برا ہے یعنی یہ کہنا کہ کوئی حرا کے طور پر پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر یہ سہرا سہری ہے۔ کیونکہ یہ دنیا نور سے ہی پیدا ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ فرماتے ہیں۔

بھگتے آدے بھگتے جادے

مرنا جینا آنا جانا ایک حکمی امر ہے۔ اس میں اور لوگوں کو کوئی بھی دخل نہیں۔

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ الہامی ہے۔ گوردہم گورو صاحب فرماتے ہیں۔

برہے چارہی وید بنائے

سرب لوگ تھیں کرم چلائے

جن کی لوہر چرنن لاگی

تے بیدن تے بیٹے تیاگی

چاروں وید برہمنے بنائے ہیں۔ اس لئے یہ الہامی نہیں ہو سکتے۔ ان میں صرف کرم کا تذکرہ ہے جبکہ

لگن مندے لگی ہوئی ہے وہ ویدوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں مل سکتا۔

فور کر کے دیکھا جاوے تو ہندو مذہب کا دار و مدار روح و مادہ کی قدامت اور لوگوں اور ویدوں کے الہامی

لمننے پر ہے۔ اور گورو صاحب ان نے ان سب کو جواب دے دیا۔ پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ ہندو ان کی مخالفت نہ کرتے

انہوں نے مخالفت کی اور شندو کے ساتھ کی۔

بیراگی

ناظرین کو ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ بیراگی صاحب جن کا ذکر غیر اکثر اس چھوٹے سے رسالے میں آیا کون تھے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی تعارف کرا دیا جاوے۔

پیراگی صاحب کا اصلی نامہ بقول پنجابی پریسٹنڈ لکشن تھا۔ اور ریاست پونچھ میں پیدا ہوئے تھے مگر سکھوں کی تاریخی کتابوں میں ان کا نام ادھو داس یا نران داس ہے۔ ابتدائے عمر میں شکار کھیلتے رہے۔ پھر نازک الدنیا پیراگی سادھو بن کر دکن کے علاقہ میں چلے گئے۔ اور جادو کے کتب دکھائے اور لوگوں کو نئے نئے ریسے بھر گورد صاحب کے سکھ بن گئے۔ اور بندہ سنگھ نام رکھا۔ اور گورد صاحب سے یہ پھیلتے کر پنجاب میں ان کے مہاجرینوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئے

اجتی رہنا۔

۳۔ جھوٹ نہ بولنا۔

۴۔ گوریالی مسند پر نہ بیٹھنا۔

۴۔ سکھوں کو اپنا بھائی اور ہم بلہ جاننا اور ان کے کہنے سے باہر نہ ہونا۔

پنجاب میں اگر گورد صاحب کی نصیحتیں بالائے طاق رکھو دیں۔ راجہ چندر کی جینی سے نکاح کر لیں۔ جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ گوریالی کی مسند پر بیٹھ کر گورد بن گئے۔ سکھوں کے کہنے کا کوئی پاس نہ کیا۔ پنجاب بھر میں لاش مار چادی۔ مسجدیں گرا دیں۔ گاؤں کو جلوا دیا۔ اور اس قدر اودھم مچایا کہ الامان خرو میں اگر گورد صاحب کی بیویوں تک کا حکم نہ ماننا۔ آخر شاہی فوج مامور ہوئی۔ اور یہ گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

اللہ بس باقی ہوس

ہندستان قدیم میں برقعہ کا رواج

کچھ رسم سی ہو گئی ہے کہ پردہ کو صرف مسلمانوں سے ہی خاص سمجھا جائے لگا ہے۔ گا ہے ماہے جب کبھی کسی اسلامی ملک میں اس رسم کے اٹھ جائیگی کوئی خبر آتی ہے۔ ہندو اجادات بالعموم اور آریہ سماجی خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے دل پر اس کو ایک تازہ زخم سمجھ کر تک پاشی کرتے ہیں۔ بڑے بڑے جلی عنوان اور دل خراش کاروں مسلمانوں کو گھن چڑانے کے لئے شائع کئے جاتے ہیں اور دل ہی دل میں یہ خیال کر کے پھولے نہیں ساتے کہ گویا اسلام کا ایک بہت بڑا اصول زمانہ کی ناموافق ہونے دنیا سے اڑا دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خود ہندوؤں کا جذبہ اور سمجھ دار طبقہ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کو ٹکی اور قومی فلاح و بہبود کے راستہ میں ٹھوکر کا پتھر بھجھا ہے۔ تاہم

کامنوں کو گر چھیڑ سے چھالوں سے ہما ہے

سواحی مشر وھانندہ پنچانی نے ایک مرتبہ مدراں میں مسلمانوں کے خوفناک جرائم کی زہرست کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان میں پردہ مسلمانوں کی پیدا کی ہوئی ایک لعنت ہے کہ جس کی وجہ سے بنگالی اور ہندو کا ذلیل پشیدہ پیدا ہوا اتفاق سے میں بھی دہاں موجود تھا۔ میں نے ان کو بخیریری ٹوس دیا کہ بھگنوں کے ذیل پشیدہ اور ان کو ڈرانے دھکانے کا ذکر تو وید میں بھی موجود ہے۔ تو آپ برائے خدا اس مشکل کو حل فرمائے کہ کیا مسلمان دیدوں کی تصنیف سے پہلے ہندوستان میں آئے تھے؟ پردہ اور برقعہ کا رواج بھی اسلام کی ہندوستان میں آئے سے صدیوں پیشتر ہندو تہذیب کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا دکھائے کو ہم تیار ہیں سو امی جی نے حسب عادت یہ کہا کہ مسلمان ہر جگہ مباحثہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور ان کی اس ادا کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ رسم پردہ کہ عورت کو پیش کی جانے کی طرح چار دیواری ڈوب میں ندر کرنا۔ کا فدیہ گئے کے گول برج کے اندر محصور ہو کر اس کا باہر نہ نکلنا یہاں تک کہ برقعہ بھی کوئی خصوص اسلامی رسم نہیں بلکہ ہندو سنن کی قدیم تہذیب ہے کہ جس کو مسلمانوں نے غلط فہمی سے اپنالیا ہے۔ گجرات۔ کاٹھیا وارا اور صر پجات متحدہ کی ہندو اقوام میں آج تک یہ رسم اپنی انتہائی سختی کے ساتھ موجود ہے۔ اور تاریخی کتابوں میں اس کا ذکر اکثر پایا جاتا ہے۔ ذیل کے حوالجات اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔

دالمیسکی زبان میں لکھا ہے

وَلَيْسَ شَوْكَكَ كَرِّهِمْ لَيْسَ نَائِدٌ حَيْشُرٌ سَوِيْمُوْرَسَ
 نَاكِرٌ تُوْرُوْدَا بَسَ دَا دَرِشْمَ وَشَيْئَ اِسْتِرِيَه
 سَشِيْشَا وَبِدْ كَتَا چِيُوْ كَرِّهِمْ سِيْمُوْرَسَ
 دَرِشْمَ نَا سَتِي دُو شُوَا سِيَا مَت سِيْمُوْرَسَ وَشَيْئَ شَيْئَه

غم کے موقع پر مجبوریوں کے وقت جنگ اور سویر میں رسومات اور بیاہ شادی میں عورتوں کو دیکھ لینا گناہ نہیں یہ نسبتاً بھی مصیبت زدہ ہے۔ مجبوریوں میں گرفتار ہے۔ اس کے دیکھنے میں بھی گناہ نہیں مگر میں جب اس کے پاس ہوں یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ کہ جب جلیلہ احمد رام چند رجی نے ویمین کو سینا دربار میں لانے کا حکم دیا تھا۔ اور انہوں نے دربار سے لوگوں کو نکل جانے کا حکم دیا اور پالکی میں پردہ کر کے سینا جی کو دربار میں لائے رام چند رجی اس وقت ویمین کو کہتے ہیں کہ اس مصیبت زدہ عورت کو دربار میں بے پردہ آنے دو ایسی مجبوریوں میں پردہ نہیں ہوتا۔ رام چند رجی کے یہ الفاظ صریحاً دالات کرتے ہیں کہ خاص حالات کے علاوہ عام طور پر اس زمانہ میں سخت پردہ تھا۔ اب سینا دربار میں آتی ہے۔ تو کس شان سے آتی ہے دالمیسکی کے الفاظ میں سنو

بِيَا تُوْرُوْبِيْنَتِي اِسُوِيْشُوْكَكَ نَرِيْشُوْ مِيْجِيْجِيْجِيْ

وہ شرم کے مارے دھری ہوئی جاتی تھی گویا اپنے آپ کو اپنے ہی جم میں چھپاتی تھی دالمیک نے وہ عورت جو ہمیشہ پردہ میں رہتی ہو۔ اس کے بے پردہ مردوں میں آنے کا پورا اہتمام کیج دیا ہے۔ جب یو دھشتری جماران نے قمار بازی میں کوڑوں کے ہاتھ سلطنت اور اپنی پوی درو پدی ناروی دریودھن نے اس کو دربار میں پکڑ لیا تو وہ شرم کے مارے زمین پر گر پڑی اور فریاد کرنے لگی۔ اس قابل شرم واقعہ کو درو پدی کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

يَا مَ نَا وَابُوَه نَا دَا اُوْتِيُو دَرِشْمُو تُو پُرَا گَرَسَ۔ سَا اَتْم اَدِيَه سَبْحَا دَ صِيِيَه دَرِشْمَا مِي رَجْمَن سَم سَدِي۔

وہ جس کو ہوا اور سورج نے بھی کبھی اس سے پیشتر گھر میں نہ دیکھا تھا آہ آج میں وہی ہوں کہ جو مجلس میں دیکھی جا رہی ہوں اور لوگوں کے سامنے مجھے بے پردہ کر دیا گیا ہے۔

بجوردی کے دو سکرا دیجا کے ابتدائی منتر ویدی کے اوپر گھاس بچھانے کے منتر میں شپتہ برہن میں کہ جو اسکی مستند پرانی سنسکرت زبان میں تفسیر ہے اس گھاس بچھانے کی حکمت یوں لکھی ہے کہ ویدی چونکہ مونت ہے اس کے ارد گردیوتا اور پندت لوگ بیٹھے ہیں اس نے اس کو بے پردہ نہیں رکھنا چاہئے۔ گویا اس پر گھاس بچھانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو مردوں سے پردہ میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح شپتہ برہن میں یہ بھی لکھا ہے کہ عورت کی عصمت مشکوک ہونے کی وجہ سے سخت قوانین کا پتہ اور کرنا چاہئے منوں کے قوانین میں بھی عورتوں کی فطرت کو لازم کر دیا کر سخت حفاظت کے تاکید کی احکام سے گئے ہیں۔ باب ۱۶-۱۵ ان عوالات سے یہ ظاہر ہے کہ عورت کو سخت پردہ میں رکھنے کا خیال ہندوستان میں کس قدر پرانا ہے۔

سنسکرت زبان میں اؤگنٹھ مہدر درچھینا پردہ کرنا سے اؤگنٹھن پردہ اور برقعہ اور ہنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اؤگنٹھن وت اور اؤگنٹھت برقعہ پوش اور کپے میں چاروں طرف سے لپٹی ہوئی کو کہتے ہیں۔ پدم چندر کوشا آپنے کی سنسکرت انگلش ڈکشنری اور شید ساگر وغیرہ سنسکرت لغت کی کتابوں میں ان الفاظ کے ہی معانی لکھے ہیں۔ ہا مہارت شکنتلانا تک، ساہتیہ درپن، کا ڈمبری وغیرہ کتب میں ان الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت زبان کی لغت اور لٹریچر کی یہ شہادت ہندوستان قدیم میں مسلمانوں کی آمد سے پیشتر برقعہ کی موجودگی کو ثابت کرتی ہے۔ اس موضوع پر ایک مختصر سا مضمون ہندی رسالہ بھارتیندو میں کساری مکھادیوی سینھنی۔ اے کا شائع ہوا ہے جس کا ضروری مختصر درج ذیل ہے۔

ایڈیٹور

کچھ لوگوں کا قول ہے کہ پردہ کا رواج ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے پر ہوا ہے۔ مگر جہاں تک تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہندوستان کی اپنی ہی پرانی رسم ہے۔

مسلمانوں کا ہندوستان میں پہلے پہل قدم رکھنا تقریباً ۹۹۷ عیسوی میں ہوا تھا۔ اس وقت ہندوستان میں راجہ چھال حکمران تھا مگر پردہ کا رواج ہندوستان میں پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا ثبوت کے لئے کا لیداس کی تصنیف شکنتلانا تک ۴ جس کے پانچویں باب میں جب شکنتلانا متراض لوگوں کے ساتھ راجا دشینت کے دربار میں راجا کے قریب جاتی ہے تو

سہ آتشان کہ جس میں آگ جلا کر گھی شہد پر مٹی اور سیوہ جات خشک کو اگنی دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے

لئے جلا یا جاتا ہے؛

وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ اس کو کالیداس نے یوں نظم کیا ہے :-

کالاسوت اوگنظن ورتی باپتر سٹھت مثریراؤنیا
مدھیے تیو دھنا نام کسلیم ادا پانڈ دپتر انام

مراض لوگوں کے بیچ برقعہ میں لپی ہوئی بدن کی خوبصورتی کو زد و ہلائی ہوئی زرد پتوں کے اندر چھپی ہوئی کوپنل کی طرح یہ کون ہے؟ اس حوالہ سے ثابت ہے کہ برقعہ پہننے کی ابتدا از نزل بادشاہوں کے زمانہ سے نہیں ہوئی کالیداس کی کیراجت کے زمانہ میں ہو کے تھے چند گیت ثانی (۳۷۵-۳۷۳) میں یہی ایک گیت خاندان کو ہی کیراجت مانا گیا ہے۔ انہی کی سلطنت کے مشہور نورتن میں سے ایک کالیداس تھے مسکنتا نامک میں اس کے بعد گوتی کہتی ہے۔

جاتے ہو رتم ہا لجتو۔ اینیشیامی تاوت تے اوگنظنم تنستوام جزنا بھی گیا سینی۔

اے بیٹی مجھ بھر شرم مت کر میں تیرا برقعہ اٹھائے دیتی ہوں جس سے تیرا خاوند تجھے پہچان لے۔

اس برقعہ کو ہر طرف شاعرانہ تخیل کہہ کر نہیں ٹال سکتے۔ کالیداس نے صرف ایک ہی جگہ اس کا ذکر کر کے اس کو چھوڑ نہیں دیا اس کا ذکر کئی ایک جگہ پر آیا ہے۔ اس کے علاوہ کالیداس کی دوسری تصنیف رکھووش میں بھی زمین کی تشبیہ نقاب اوڑھے ہوئی عورت کے ساتھ دی ہے۔ دوسرے گانڈوک میں تشبیہ ہمیشہ معروف چیسر ہی دی جاتی ہے۔ اگر یہ شاعر کا تخیل ہی ہوتا تو اس کا ذکر متعدد مقامات پر نہیں آسکتا تھا۔ کالیداس کے علاوہ دوسرے لوگوں کی تصنیفات سے بھی نتیجہ چلتا ہے۔ کہ پردہ کا رواج ہندوستان نے مغل بادشاہوں سے نہیں سیکھا۔ سنسکرت کاشاء بھی اس کا ہوتا ہے۔

رامہ۔ مینٹھلے اینیشیام اوگنظنم

رام چندرجی کہتے ہیں کہ اسے سینتا اپنے نقاب کو اٹھا۔

اس قسم کے بکثرت والدجات ہندوستان قدیم کے لٹریچر میں ملتے ہیں۔ عورتوں کے لئے حرم ہمیشہ الگ ہی ہونے پلے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی گھرنیائے گاوری پرانا طریق چلا آتا ہے۔ عورتوں کے لئے حرم سراسر الگ ہی رہتی ہے۔ مولودہ زمانہ میں پردہ کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی سی برائیاں تو اس میں ضرور آگئی ہیں۔ تاہم جہاں پردہ نہیں ہے وہاں کی برائیاں ان برائیوں سے زیادہ قابل نفرت ہیں +

کناری کلا دیوی سیٹھ

ساروا ایکٹ پر بنارس کے پنڈتوں کی رائے

بنارس سے ایک ٹریکٹ مندرجہ عنوان کا ہمیں موصول ہوا ہے۔ بنارس ہندوستان بھر میں سنسکرت علوم اور ویدک تعلیمات کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ ہاں کاشی کے بڑے بڑے علماء اور فضلا کا ایک اجلاس گذشتہ ستمبر میں ہوا۔ اس کے صدر شری مان پھان ترک رتن جی ہوئے تھے۔ پنڈت کول نین شاستری پنڈت دھواوتی پانڈے سوامی شیوانند جی پرچاری۔ پنڈت نند کیشور دانی وجیوش نے قانون کے خلاف تقاریر کیں۔ اور تمام لوگوں کی متفقہ رائے سے ریزولوشن پاس کئے۔

۱۔ دھرم کے شانے والے قانون کو مٹا دو

۲۔ گاندھی نہرو وغیرہ دھرم کے دشمنوں کو ہندو قوم سے خارج کرو

۳۔ دھرم میں مداخلت کرنے والے لیڈروں کو ایک پسیہ مت دو

۴۔ دھرم کے مخالفوں کی سورا جیہ سکیم کو ردی کی نوکری میں پھینک دو۔

۵۔ ساروا قانون کی مخالفت کر کے جیل جانے سے کوئی حرج نہیں

اس قانون کی سخت مخالفت کرتے ہوئے پنڈتوں نے کہا۔ کہ گاندھی اور نہرو کو ہندو دھرم سے خارج کر دینا چاہئے۔

کیونکہ گاندھی نے جھڑے کو مارا تھا۔ اور گاندھی آشرم جو احمد آباد کے قریب بنایا ہے جس کے لئے وہ چندہ بھرتے پھرتے

ہیں وہاں فائدہ دینا رکھتا ہے۔ کہ ہندو مسلمان سب ایک ساتھ مل کر کھانا کھائیں۔ براہمن۔ چھتری وغیرہ سبھی سے آشرم کا پانا

اٹھوایا جاتا ہے۔ اور اسی گاندھی نے وشوناختہ اور ان پورنا کے مندروں میں جھوٹ بول کر ام بکن لیڈی کو لہجا کر مندر کو ناپاک

کیا تھا۔ آپ ہی بیواؤں کی شادی۔ ذات پات کو توڑ کر بیاہ کرنے اور ایک ساتھ کھانے پینے وغیرہ خلاف دھرم تحریر لکھتے کے

بانی مہاتی ہیں۔ اب آخیز ہندوؤں کے زخم پر نیک پاشی کرنے کے لئے لڑکیوں کی شادی ۱۴ برس میں ہونی چاہئے کے

قانون کی تائید کی ہے۔ ریاست میسور میں دبیجہ گاؤں کی مخالفت کے متعلق قانون بننے والا تھا مگر ہندو دھرم کے مخالف

گاندھی نے اس قانون بننے کے خلاف رائے دی۔ اسی نے کاشی میں آکر کہا کہ مشری وشوناختہ کے مندر میں جب تک

اچھوتوں کو دخل نہیں کیا جاتا تب تک وہ مندر ہی نہیں نہرو بھی ان باتوں میں ان کا مددگار ہے۔ کاشی میں اس ریزولوشن کے موافق کالی جھنڈیوں کے ساتھ حلوس نکال کر ساودا قانون کی مخالفت اور گاندھی نہرو کا ہندو دھرم سے اخراج گاندھی کے سامنے ہی بڑے زور سے میں ہزار آدمیوں سے کہا گیا جس میں گاندھی منڈل کے بھی بہت سے لوگ شامل ہو گئے۔ پس ہند ہی لوگوں کو چاہئے کہ وہ قانون کی مخالفت اور دھرم کے دشمنوں کا اخراج کریں اور ان کو ایک پیسہ بھی نہ دیں۔ اور دھرم کے حامیوں میں اپنی آزادی کو سہارا کے ماتھے میں نہ دیں۔

دستخط

پنڈت شری پیانن ترک رتن۔ پنڈت پدم ناتھ ویڈیا ونو وایم۔ اے۔ پنڈت شری لکھنشن شاستری دراود
 پنڈت پورن چندر آچاریہ۔ پنڈت دھرم ناتھ پرمسا واپانڈے۔ پنڈت رام لیش تریپاٹھی ویا کرنی آچاریہ۔ پنڈت
 نوکمار شاستری۔ پنڈت شری کنول نین آچاریہ۔ پنڈت تارا چرن بھٹا چاریہ سوامی وشوانند برہمچاری۔ دھرم دت
 وید شاستری۔ پنڈت نند کیشور شرما۔ پنڈت پدم ناہجہ شاستری۔ پنڈت سوریندر ائن شکل پنڈت اودھیش پرشاد
 شاستری۔ پنڈت رادھکاپر شاد ویدانت شاستری۔ پنڈت اینیش ناہجہ جی گوتم جی جوتشی۔ پنڈت شری راجیشور
 شاستری۔ پنڈت شری وشو ناتھ شاستری۔ پنڈت آتارام شاستری۔ پنڈت گوپی چندر ساکھیبہ تیرتھ۔ پنڈت
 رام بجن تنوڈھی۔ پنڈت نیل رتن۔ پنڈت تارا سوہن۔ شری سوامی لال ناتھ جی۔ پنڈت چندر کا پرشاد وینڈت
 مول شکر ویاس شستری۔

ہندو بزرگوں میں صغرنی کی شادی

اسیٹا کی شادی چھ سال کی عمر میں ۱۳ سال کے راجچندر جی سے ہوئی درامان بال کانڈسرگ ۲۰ شلوک ۲۰
 - ارنیہ کانڈسرگ ۲۸ شلوک ۱۴ - ارنیہ کانڈسرگ ۷ شلوک ۴ - اور ۱۱۰۰ - ارنیہ کانڈسرگ ۳۲ شلوک ۲۰ -

ارنیہ کانڈسرگ ۳۸ شلوک اور ۱۴ - سکندر پران برہما کنڈ ۳ دھرم ۲ اویا یو ۳۰ بیہ کے وقت سیتا کے دودھ کے دنت
 گرتے اور نئے نکتے تھے۔ راتر رام چترم انک پہلا لڑکی کی شادی کی عمر آٹھ سے ۱۲ برس سے۔ منوادھیوا ۹ شلوک ۹۴
 نیز دیکھو ہما بھارت انوپروادھیوا ۴ شلوک ۱۴ میں بھیشم تپاسہ کا قول۔ لڑکی کی شادی جنس آنے سے پہلے کر دینی چاہئے۔
 درنہ باپ کی رس پتیلی لگی اور دس کچھلی جہنم میں جائیں گی۔ سکندھ پران ناگر کنڈ ۲ اویا یو ۱۵۸ شلوک ۴۱۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(جناب حضرت مہری چند صاحب اختر - ایم۔ اے۔)

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو تھے میں حتیٰ کہ کچھ
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
شوکتِ مغرور کا اس شخص نے توڑا طلسم
اللہ اللہ موت کو کس نے مسجا کر دیا
کس کی حکمتِ تیبیوں کو کیا درِ تیسیم
منہدم کس نے الہی قصرِ کسریٰ کر دیا
کہہ دیا لا تقنطوا اختر کسی کے کان میں
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولے کر دیا
سات پروں میں چھپا بیٹھا تھ اخص کا بتا
اور دل کو سرسبز محوِ مینا کر دیا
اک کسی نے اس کو عالمِ آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

سام وید کا اردو ترجمہ

تمہید

لفظ سام کے معنی

لفظ سام کے معنی خاموشی، سکوت، رزمی سے کلام کرنا، تنانت، لکھنوں کی بھینٹناہٹ اور گیت کے ہیں۔

مدھی لڑ پھر میں۔

گیتیشو سام آکھیہ
گیتوں کو سام کہتے ہیں

یہ بتائے گئے ہیں وید ایک معروف لفظ ہے۔ کہ جس کے متعہ و معنی ہیں۔ بعض بنیاد اعلیٰ مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض کردہ اخلاق کو۔

سام وید چار مشہور ویدوں میں سے ایک وید کا نام ہے۔ درحقیقت یہ کوئی الگ وید نہیں اس میں صرف ۷۵ منتروں کے سوا باقی سب رگ وید کے منتر ہیں۔ سوم گیدہ ایک رسم کہ جس میں سوم رس کو اندر دیوتا کی نذر کیا جاتا ہے، کے موقع پر چو منتر گائے جاتے ہیں۔ ان کو رگ وید کے نویں باب سے زیادہ تر الگ کر کے ملحدہ نام دے دیا گیا ہے۔

سام وید اور موسیقی

اس وید کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس کے منتروں پر زیر و بم اور پٹی اور نیچی (سروں کی علامات) بھی پائی جاتی

ہیں۔

حاشیہ لفظ وید کا مصدر ود ہے۔ کہ جس کے معنی۔ جانا، موجود ہونا، حاصل کرنا، سوچنا، ہوتنا، ہونا، رکھنا، سکوت کرنا ہیں

دیانتی کی گرامر کی بنا پر)

دھاتو باغلی رو سے ود مصدر کے معنی دھوتنا اور سوچنا ہیں (دیکھو دھاتو باغلی کمنڈوادی گن) دھوتنا کے چھ

معنی ہیں ٹھکی کرنا، ذلیل پن، دھوکا بازی، بدحاشی، گنڈاپن اور پاجی پن سوچنے کے معنی سونے جیسے خواب کے ہیں۔

کہ جو گانے کے لئے آواز کے اتنا چڑھاؤ کو ظاہر کرتی ہیں اس بنا پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم موسیقی سام وید میں سے نکلا ہے۔ لیکن یہ امر جہاں تاریخ کے خلاف ہے۔ وہاں خود وید کی اندرونی شہادت بھی اس کی تائید نہیں کرتی۔ سام وید میں کہیں بھی موسیقی کی تعلیم موجود نہیں نہ اس کے اصول وضع کئے گئے ہیں۔ اور نہ اس کے ساز اور آلات کا ہی کہیں ذکر ہے۔ کوئی کتاب محض علامات کے لگا دیتے سے موسیقی کی کتاب نہیں کہلا سکتی۔ اور یہ علامات بھی اس زمانہ کے لگائے ہوئے ہیں۔ جب ہندوستان میں فن موسیقی کا بہت چرچا ہو گیا تو روگید کے منتروں میں تھوڑا بہت تغیر کر کے گانے کے قابل بنا لیا اور اس کا نام الگ سام وید رکھ دیا گیا۔ جہاں تک تاریخ ہمیں بتاتی ہے عام طور پر سام ستار پر گایا جاتا رہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی کتاب میں مسروں کے نشانات دیکھ کر یہ خیال تو پیدا ہوتا ہے کہ یہ موسیقی کی کتاب ہے۔ مگر وہ کتاب کہ جوئی محققیت موسیقی کی کتاب نہ ہو اس کو اس فن پر ڈھلنے سے اس میں بہت کچھ رد و بدل کرنا پڑتا ہے وہ لوگ کہ جن کو کبھی سام گلے یا سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ اس امر کا اقرار کریں گے کہ اس کو گاتے وقت وکارت و شلیش اور وکرتن وغیرہ اٹھ طرح کی تحریف کرنی پڑتی ہے یعنی کبھی ایک حرف کی بجائے دو دوسرا حرف لانا پڑتا ہے۔ کبھی لمبی آواز والے حرف کو چھوٹا اور چھوٹی آواز والے کو لمبا کرنا پڑتا ہے۔ وقف کی جگہ حرکت اور متحرک پر وقف کی ضرورت پڑتی ہے۔

ویدوں میں سام وید کا درجہ

ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں عام طور پر کتابوں کا درجہ ایک عجیب طریق پر بیان کیا جاتا ہے۔ کثیر کتابوں کو ایک شخص غرض کر کے ان کے درجات لگائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے کئی کتابوں میں سام وید کا درجہ یوں بیان کیا گیا ہے۔
تیسرا بجز وید اور شرم دگ دکشیدہ کیشہ سام اترہ کیشہ۔ آدیش آتما اتھرو انگر سہ پنچم پرتشھاتی دیتیرید
ارنیک برہمانندولی اوواک ۳

(توجہ) بجز وید اس برہما کا سر ہے۔ روگید دایاں پہلو سام وید دایاں پہلو اپنند روح ہے۔ اور اتھرو وید دم ہے۔

بجز اورہ ستام شرو
بجز وید اس کا پیٹ ہے۔ سام وید سر ہے۔ دکوشنگی برہمن اپنند پٹ

شری کرشن جی گیتا میں فرماتے ہیں۔ میں تمام عالم کتاب ہوں ماں ہوں محافظ اور جد اعلیٰ ہوں اس دنیا میں جو کچھ جانتے کے قابل اور پاک ہے۔ وہ میں ہوں اور ان کا روگید بجز وید اور سام وید بھی میں ہی ہوں (دگینا ۱۲)۔

مشہقیتہ برہمن میں لکھا ہے۔ روگید وئی بھر گد بھیر وید وہ سام وید ویشہ روگید روشنی ہے۔ بجز وید طاقت

ہے۔ اور سام وید شہرت ہے۔ رشتیتہ کا مذ ۱۱۳ اوویا ۳ برہمن ۴ کند ۱۸ کا
بھوراتی و ارجہ بھوراتی سلامی سوراتی بھونٹی سراتی برہمانلفظ بھونٹی رگ وید ہے۔ بھوہ سام وید ہے رسوہ

یجر وید اور ہر ہی برہمن سے۔ (تیز یہ اہنندہ ۱)

یہاں رچو اپائنکشن یجر یہاں اپائنکشن سمانی یسیر لومانی اتھرو انگر سو کھم اسکھم تم برد ہی کتہ اسوت اوسہ
اتھرو وید کا نڈ ۱۰ سوکت ۱۰ منتر ۲۰)

اس کھبے کو کون بتا سکتا ہے۔ جس سے رگ وید چھپا گیا جس سے یجر وید کاٹا گیا۔ سام وید جس کے نرم نرم بال
ہیں اور اتھرو وید جس کا مزہ ہے۔ چنار و مشر لگا تریو اسیر پادا و شیر شے (رگ وید ۴۴) اس کا ترجمہ تفسیر میں یوں لکھا ہے
(رگ وید یجر وید سام وید اور اتھرو وید چاروں اس کے سنگ ہیں۔ تین اوقات عبادت) اس کے پائل ہیں۔ دو
د طلوع وغروب، اس کے سر میں (گو پتھ برہمن ۱۲)

ابتدا میں صرف پریشور ہی تھا۔ اس نے خواہش کی کہ میں موجود ہوں اور میں ترقی کرتی کروں۔ اس نے اپنے آپ کو
گرم کیا۔ اور سخت ریاضت کرنے لگا۔ اس کے گرم ہونے سے تین عالم پیدا ہوئے زمین، خلا اور آسمان اس نے پھر ان تینوں
کو گرم کیا۔ ان سے تین وید پیدا ہوئے آگ سے رگ وید، ہوا سے یجر وید اور سورج سے سام وید پھر ان تینوں ویدوں
کو گرم کیا۔ اور ان سے گرمی کا سنت پیدا گیا۔ پھر رگ وید سے یجر وید سے بھوہ اور سام وید سے سوہ پیدا کیا۔
شیتھ برہمن ۱۱ اھیوا ۵ برہمن ۸ کنڈ کا ۳-۴ اور اتھرو برہمن ۵

رگ وید یجر وید سام وید شہرت ہے۔ اور باقی جتنے وید ہیں وہ سب کچھ ہیں شیتھ

کانڈ ۱۲-۱۱ اھیوا ۳ برہمن ۴ کنڈ کا ۱۹ اور گو پتھ برہمن پہلا حصہ ۱۵

سام وید یجر وید رگ وید کا خاوند ہے۔ شیتھ برہمن ۸ کنڈ کا ۱۱ اھیوا ۱ برہمن ۳ کنڈ کا ۵

سام وید تمام ویدوں کا سنت ہے شیتھ برہمن ۱۱ کنڈ کا ۱۱ اھیوا ۸ برہمن ۳ کنڈ کا ۲۳

یہ دنیا برہما سے پیدا کی گئی ہے کہتے ہیں کہ نئے رگ وید کے منتروں سے پیدا ہوئے۔ یجر وید کشتروں کی جلنے
پیدائش ہے۔ اور سام وید سے برہمن پیدا ہوئے یہ کلام قدیم لوگوں نے پرانے آدمیوں سے کہا ہے۔

تیز برہمن ۳ کنڈ کا ۳ پر پانچک ۱۱۲ اذواک ۹ منتر۔

رگ وید اور سام وید کلام ہیں لہذا یجر وید دل ہے۔ جہاں کہیں کلام تھا۔ وہاں پر بات ہوئی ہوئی اور ہر چیز جانی
ہوئی تھی۔ مگر جہاں دل تھا وہاں کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اور کوئی چیز معلوم نہ تھی اس لئے جو کچھ دل میں خیال کرتے ہیں اس کو
کوئی نہیں جانتا (شیتھ برہمن)

سورج سے سام وید پیدا ہوا شیتھ ۱۱ اھیوا ۵ برہمن ۸ کنڈ کا ۳۔ رگ وید کے منتروں پر سام کا یا جاتا ہے۔

ششپتہ ۸ ادھیاء ۱ برہمن ۲ کند کا ۳

سام دیدہ بن سے گایا جاتا ہے۔ ششپتہ برہمن کا نڈ ۱ ادھیاء ۲ برہمن کا نڈ ۱

سام دیدہ وام دیویشی کا جانا اور پڑھایا ہوا ہے۔ یجر وید بھاشیدہ دیناند ادھیاء ۱۲ منتر ۴ تا نڈیا برہمن ۴۲-۱۵۱۲
دنیا کے پیدا کرنے میں برہما گوید کی شکل میں پرورش کرنے میں وشنو یجر وید کے روپ میں اور دنیا فنا کرنے میں رُود
بشکل سام ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس لئے سام دیدہ کو ناپاک کہا گیا ہے۔ دو شنو پران ۲-۱۱-۷-۹-۱۱۳) پیدائش سے
پہلے صرف ایک اوم ہی تھا۔ اس کے جسم سے مختلف قسم کی روشنیاں نکلیں جو مختلف چیزوں میں تقسیم ہو گئیں۔ پھر ان متعدد
چیزوں سے جمع ہو کر رگ۔ یجر اور سام نام کی تین سکلیں قائم ہوئیں پھر انہی تین کے مجموعہ کا نام سورج ہوا۔ چنانچہ صبح دوپہر
اور شام کی روشنیاں یہ سلسلہ وار رگ۔ یجر اور سام ہی کی تپش ہیں۔ دن کے پہلے حصہ میں رگ دیدہ تپتا ہے۔ دوپہر کو یجر دیدہ اور
شام کو سام دیدہ شب کھپدہم کا نڈ ۲)

برہمن چھتری اور دیش کے لئے رگ۔ یجر اور سام علوم ٹلا ثلہاس سے جو کوئی کسی غیر کی محبت میں گرفتار ہو کر اسے چھوٹا
ہے۔ وہ گہنگارا اور برہنہ سے تمام برہمن چھتری اور دیش لوگوں کا اور ٹھنا علوم ٹلا ثلہاس سے جو کوئی اسے چھوڑے گا۔ وہ بلاشبہ
ننگا ہی کہلائے گا۔ روشنو پران ۳-۱۲-۱۱)

گائتری تیری آنکھ ہے۔ سام دیدہ کے دو قسم کے گیت ترے پر ہیں۔ یجر نام ہے سام دیدہ تیرا جسم ہے (یجر وید ۱۲)
جس پر تان میں رگ۔ یجر اور سام رکھ کی دھری کی مانند سپوں میں قائم ہیں (یجر وید ۱۲) رگ نام والی کلام کو حاصل
کرنے والا ہوں۔ یجر نام والے دل کو اور سام نام والی سانس کو (یجر وید ۱۲)
جو ایسے برہمن پر ہیشوں کو جانتا ہے کہ جو ظاہر ہے اور دنیا اس کے جسم کے سہارے ہے۔ رگوید جس کی لڑیٹھ

کی ہڈی میں سام جس کے بال میں اور یجر جس کا دل کہا گیا ہے۔ (اتھرو وید ۹-۶-۲۰۱)
رگ وید کے منتر کھیا کی تلنے کی رسیاں تھیں۔ یجر وید کے منتر بانے کی رسیاں بچھونا وید۔ (اتھرو وید تکیہ۔ نشستگاہ
سام وید اور پاؤں لٹکانے کی جگہ گیت تھے۔ (اتھرو وید کا نڈ ۱۵ سوکت ۶ منتر ۷۸)

رگ وید سفید رنگ گدھے کے منہ والا ہے۔ ہاتھ میں مالا اور باقی شکل طالب علم کی ہے۔
یجر وید کا منہ بکرے کی طرح ہے رنگ زرد ہے مالا گلے میں تلوار ہاتھ میں مال اور اولاد کا دینے والا ہے۔

سام وید آسمانی رنگ گھوڑے کے منہ والا دائیں ہاتھ میں سکھ اور بائیں میں ہالائے ہوئے ہے۔

اتھرو وید دھولے رنگ کے بندر کی مانند منہ والا دہنے ہاتھ میں ہڈی لئے ہوئے ہے دھیادری یجر وید رگ

چٹا منی بھرت کھنڈ اور چرن دیوہ پر ششٹ کا نڈ کا ۱۷۱ کے مختلف نسخے
 سام وید کے مختلف نسخے

پانچلی منی کہ جو ہا بجا شیشہ کا مصنف ہے۔ سام وید کے متعلق کہتا ہے۔

”سہسر درتسا سام ویدہ“

ہزار طرح کا سام وید ہے

اسی طرح چرن دیوہ نامی کتاب کا مصنف کہتا ہے

سام وید کی کل سہسر بھدا آسن آندھیا ویشوا ویشنا ناستے شت کر تو دجرین ابھی ہتہاہ پرنشٹاہ (چرن دیوہ ۳۰)

سام وید کے ہزار طرح کے نسخے تھے ان کو بے موقعہ اور غیر محل پڑھے جانے کے سبب اندر دیوہ نے اپنے ہتھیار

سے فنا کر دیا۔ ان وحالات سے بیظاہر ہے کہ کسی زمانہ میں سام وید کے ایک ہزار نسخے موجود تھے۔ ان ہزار نسخوں کے

تو اس وقت نام بھی نہیں ملتے صرف ۶ نسخوں کے نام اسی چرن دیوہ نامی کتاب میں ملتے ہیں۔ ان میں سے صرف تین

نسخے ہندوستان کے مختلف حصوں میں مروج ہیں۔ جن میں سے شائع شدہ صرف دو ہی ہیں ایک نسخہ کہ جس کا راناشی

نام ہے۔ چار اشٹری میں رواج پذیر ہے کہ جو دہاں کے پنڈتوں کے نزدیک مستند اور قابل قبول ہے۔ اس نسخہ کو مہ

اس کے انگریزی ترجمہ کے ریورنڈ ڈاکٹر سیٹھونسن نے ۱۹۲۷ء میں پروفیسر ولسن کی زیر ادارت شائع کیا تھا۔ ۱۹۲۷ء

میں پروفیسر بننے نے اسی کا ایک نہایت اعلیٰ نسخہ انگریزی ترجمہ کے ساتھ چھاپا۔ اس کے بعد پنڈت ستیہ درت شاشتری

نے ۱۸۷۸ء میں مہاسائن کی سنسکرت تفسیر کے کلکتہ میں اس کو شائع کیا۔

اسی طرح علاقہ کرناٹک میں سام وید کے دو کے نسخے جینی کا رواج ہے یہ نسخے شائع نہیں ہوئے تھے ہی پنڈتوں

کے پاس موجود ہے۔ اور دہاں کے پنڈت اس کو اصلی نسخہ سمجھتے ہیں تیسرا نسخہ گوتمی کا رواج ہے۔ کہ جو گوتم رشی

کا مرتب کر دہ ہے۔ اس کا رواج پنجاب اور یوپی کے ضلع میں ہے۔ امیر والوں نے اسے شائع کیا ہے۔ پروفیسر گرومہ

کہ جنہوں نے بنارس سے چاروں ویدوں کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔ انہوں نے گوتمی نسخہ کا ترجمہ نہیں

کیا بلکہ راناشی نسخہ کا ترجمہ کیا ہے۔

مختلف مطالع کا چھپا ہوا سام وید

سام وید کو کئی ایک پریس والوں نے شائع کیا ہے۔ مگر اس کے چھاپنے میں ان تمام مطالع والوں کا آپس میں

ہمت ہی اختلاف ہے۔ ان میں سے وہ نسخہ کہ جو ناگدھ کے مطبع ست دھرم سو ریہ پرکاش میں چھپا ہے۔ وہ کلکتہ۔

اگر اس آریٹک روہ حصے جو جھگل میں جا کر رشی لوگ پڑھا کرتے تھے۔ وہ آریٹک کہلاتے ہیں۔ کو سام وید کا حسمان لیا جائے تو دوسرے ویدوں کے آریٹکوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کو وید سے ملحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اس آریٹک ادھیائے کے منتر بھی کچھ ٹورگ وید سے لئے گئے ہیں اور کچھ ادھر ادھر کی دوسرے آریٹکوں سے منتخب کر لئے گئے ہیں۔ اور یہ علماء سنسکرت کو مسلم سے کہ اس انتخاب میں مضمون کا ربط خاک بھی نہیں رہا۔ جہاں منی سوکت دس منتر ہیں جن میں سے دسویں منتر کو جہانمانی نامی گائے کا گوبرا نا جاتلے ہے کیونکہ جس طرح گوبر کے مختلف پھوسوں کو جمع کر کے ڈھیر بنایا جاتلے ہے۔ اسی طرح اس میں بھی ایسے وغیرہ پانچ الفاظ ہیں کہ جن کے اکٹھے کرنے سے یہ دسواں منتر بن جاتلے ہے۔ اس سوکت کے متعلق تیسریا برہمن میں لکھا ہے۔ ان جہانمانی منٹروں کو پر جاتی نے وید کی حد سے باہر بنایا ہے چونکہ اس کو وید کی حد سے باہر بنایا ہے۔ اس لئے اس کا نام سمار حد تھا بت ہے وید کی حد سے باہر ہونا ہی سماں ہے۔ سام وید کے دو حصے پوروار چک اور اترار چک گل علمائے سنسکرت کو مسلم ہیں۔ اس کا اور کوئی تیسرا حصہ نہیں تو جب سام وید کے پوروار چک کے خاتمہ پر صاف لکھا ہے کہ یہاں پوروار چک ختم ہو گیا اور اس کے آگے اترار چک کے شروع میں صاف لکھا ہے کہ یہاں سے اترار چک شروع ہوتلے ہے۔ تو درمیان میں جہانمانی سوکت تیسرا حصہ کونسا بن گیا یہ نہ تو پوروار چک میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور نہ اترار چک میں پس یہ ایترا برہمن کے قول کے بوجہ وید کی حد سے باہر ہے۔ اس کو وید کا حصہ سمجھنا غلطی ہے ویدک پرنس جہیر والوں نے اس کو درمیان میں چھاپ کر وید میں تحریف کا ارتکا کیا ہے۔ سانا پاربر نے بھی ایترا برہمن کا کہے چوتھے آریٹک پہلے ادھیائے کی شرح کرتے ہوئے اس جہانمانی سوکت کو آریٹک کا حصہ ٹھہرایا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ تمام کی تمام آریٹک اپنشد کہی گئی۔ اب چوتھے ادھیائے میں جہانمانی منتر جو جھگل میں پڑھنے کے لئے ہیں کہے جاتے ہیں۔

ہم یہ پہلے بتا چکے ہیں کہ سام وید کے ہزار مختلف نسخے تھے جن میں سے تین چرن دیوہ کے مصنف ہی داس کے زمانہ میں بھی رائج تھے۔ مگر آج اس کے شلے شذو صرف دو نسخے ملتے ہیں یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ان ہزار نسخوں میں سے کونسا نسخہ اصل نسخہ سے زیادہ مطابقت رکھتا تھا۔ اور کونسا نہیں جب ۹۹۹ نسخے اس کے گم ہو گئے۔ تو باقی جو ایک بچلے ہے۔ اس کے اصل نسخہ ہونے کا وہم و گمان تک بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نسخہ ہی جو بچا ہے اس کے منٹروں کے شمار میں محققین کا اختلاف ہے۔ اس کے منتر باختلاف آراء ۱۸۹۳، ۱۸۰۸، ۱۵۲۹، ۲۱۹ ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے اصلی منتر ۵۱۷ یا صرف ۷۰ ہی ہیں۔

ملہ نا اور ہوا پینا اچھے سر جت بید اور دوسرا پینا اچھے سر جت تہا سہا اچھون تہا سہا نام ما قوم دانیز برہمن ۲۰۱۱ء کھنڈا اپنشد ملہ جہانمانی آکھا منتر کاہ آریٹک ادھیائے میں الہمادنی برودنہ اچھہ چتر حکمہ رساٹن جہاشیر ایترا برہمن کا پیر

جو لوگ اس کے سنتروں کی تعداد ہزار سے اوپر بتلاتے ہیں۔ وہ ارنیک اومبائے ہمانامنی سوکت اور اس میں شامل ہونے والے رگوید کے سنتروں کو بھی سام وید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ مگر جو لوگ رگوید کے سنتروں کو ارنیک اومبائے اور ہمانامنی سوکت کے سنتروں کو سام وید کا حصہ نہیں سمجھتے وہ اصل سام وید کو صرف ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ کے سنتروں ہی کہتے ہیں۔ رگوید کے سنتروں کی چھوٹے سے سام وید میں بھر مار کر کے سام کی اصلی حقیقت کو گم کر دیا گیا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دہلی میں ایک سام وید جو رگ وید کے سنتروں کو خارج کر کے صرف سنتروں کا ٹیکسٹ بک سائز پر بڑے بڑے مونسے حروف میں صرف ۷ ورق پر آ گیا ہے۔ چھاپا گیا ہے۔ اور اس کے دیباچہ میں صاف لکھا ہے۔ کہ رگوید کے سنتروں کی بھر مارنے سے سام وید کو کھنک لگا دیا تھا۔ اب اس کو ملخندہ کر دیا گیا۔

سام وید کے ترجمے

سام وید کی سنسکرت میں صرف ایک تفسیر سانا چاریہ کی ہے۔ تمام مستند ہندی ترجمے اس کی بنیاد رکھتے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے دوسری راہ اختیار کی ہے۔ وہ ال ہی بھداپن اور بد مزگی پیدا ہو گئی ہے۔ سائن کی تفسیر فوکر سنسکرت میں ہے۔ اس لئے اس کا لطف تو سنسکرت دان ہی اٹھا سکتے ہیں۔ عام لوگ اس کو بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ دویم سائن اچاریہ کھپ سوتروں کی بنیاد پر ترجمہ کرتا ہے۔ کھپ سوتروں میں سنتروں کے مختلف ٹیکسٹوں اور رسومات میں استعمال کا طریق بتایا گیا ہے۔ اور ان کھپ سوتروں کو وید کے اعضاء سمجھا جاتا ہے۔ اور تمام مستند قدیم اہم پتر اسی طرز تفسیر کی تائید کرتا ہے۔ یگراس مان میں لوگ ٹیکسٹوں کی انجمنوں سے آراؤز مزہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر مشکل یہ آپڑی ہے کہ مختصر سے سام وید میں رگ وید کے سنتروں کی اس قدر کثرت مل گئی ہے۔ کہ سام وید کا حقیقی متن اس میں چھپ گیا ہے۔ جیسے بڑی بوتل میں مل جانے سے چھوٹی بوتلیوں کی ذاتی خوبصورتی اور اہمیت فنا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رگوید کے سنتروں کے ساتھ ساتھ شامل ہوجانے کی وجہ سے سام وید کے سنتروں کی ذاتی خوبصورتی اور حقیقی متن باطل فنا ہو گیا ہے۔ سائن کی تفسیر میں اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اور کی بھی کیسے جاتی۔ جبکہ سام وید کے ٹیکسٹوں کا سلسلہ رگوید کے سینکڑوں سنتروں نے درمیان میں آکر تتر بتر کر دیا ہے۔ ٹیکسٹوں اور مذہبی رسومات کے دلدلہ سائن کے لئے یہ بہت ہی رنجیدہ امر تھا۔ کہ وہ کھپ سوتروں کو چھوڑ کر تتر بتر کی نئی راہ اختیار کرتا۔ مگر غمخیزہ وغیرہ متشرف مترجمین نے بھی رگ وید اور سام وید کے مل جلے سنتروں کا ہی جملہ کر لیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ رگوید کا ترجمہ الگ کر لیا ہے۔ اس لئے ہم اس ترجمہ میں اسی ہری پرشاد کی تقلید کرتے ہوئے صرف سام وید کے ۷۵ سنتروں کا ترجمہ ہی کر گئے۔ سنتروں کی ترتیب ہی کہ جو شروع سے چلی آتی ہے۔ صرف رگوید کے سنتروں کے ساتھ ہے۔ اور ان کا ترجمہ انشا اللہ رگوید کے ترجمہ میں آجائے گا۔ اس سے پیشتر سام وید کا کوئی اڈو تو جمہیری نظر سے نہیں گذرا سنا ہے۔ کہ ملی گزیدہ میں بہت عمدہ گذرا گئی ہے۔ کیا تھا۔ کہ جو اب دستیاب نہیں ہوتا۔

بائبل کی آدم کہانی

علم و عقل کی روشنی میں

خداوند نے کہا: آدم انسان کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند بناویں۔ پس اس نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ نر اور نارسی ان کو پیدا کیا۔ ان کو برکت دی۔ اور کہا پھلو، بڑھو، زمین کو معمور کرو۔ اور اس کو محکوم کرو۔ سمندر کی مچھلیوں پر آسمان کے پرندوں پر اور سب چرندوں پر جو زمین پر چلتے ہیں حکومت کرو پھر عدن کے مشرق کی جانب جیوں اور سیچوں جبکہ وفات کی گوہر آفرین اور جنت نشان وادیوں میں ایک باغ لگایا جس کے اندر ہر ایک درخت جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں خوب تھا لگایا اور نیک و بد کی پہچان کے درخت کو زمین سے پیدا کیا۔ آدم اور حوا کو اس باغ میں رکھا اور آدم کو حکم دیکر کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا کر لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا۔ اور سانپ میدان کے سب جانوروں سے جنہیں خداوند نے بنایا تھا۔ ہوشیار تھا۔ اور اس نے عورت سے کہا کیا یہ بیج ہے کہ خدا نے کہا کہ باغ کے ہر درخت سے نہ کھانا عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ مگر اس درخت کے پھل کو جو باغ کے بیجوں سے بیج ہے۔ خدا نے کہا کہ تم اس سے نہ کھانا اور نہ اسے چھونا۔ ایسا نہ ہو کہ تم مر جاؤ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مرؤ گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن آگ کھاؤ گے تمہارا ہی آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کے مانند نیک و بد کے جاننے والے ہو جاؤ گے۔ (خلاصہ مضمون پیدائش باب ۱-۳)

یہ وہ قصہ ہے کہ جس کی بنا پر سبوں نسل انسانی کی مالکیت فرضی عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔ لیکن اس پر ذرا علم و عقل کی روشنی میں غور کرو۔

۱۔ خداوند نے انسان کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند پیدا کیا۔ کیا خدا میں نیک و بد کی تمیز تھی یا نہیں۔ اگر تھی۔ تو

۱۔ آدم اپنی پیدائش سے خدا کی مانند نہ ہوا کیونکہ اس میں تمیز و رزت کا پھل کھانے کے بعد پیدا ہوئی۔ اگر خدا میں تمیز نہیں تھی تو بعد میں کس طرح پیدا ہوئی؟

۲۔ خدا نے انسان کو کائنات پر مگر ان مقرر کیا۔ کیا کوئی حکومت دنیا میں نیک و بد کی تمیز کے بغیر قائم ہو سکتی ہے۔ یا ایک دن کے لئے بھی ٹھہر سکتی ہے؟

۳۔ خدا نے نیکی اور بدی کی تمیز کا درخت اگر آدم کے فائدہ کے لئے پیدا نہیں کیا تھا تو کیا اپنے لئے پیدا کیا تھا؟ ورنہ اس کی پیدائش کی اوتیسری غرض کیا تھی؟

۴۔ اگر نیک و بد کی تمیز کا درخت اپنے لئے پیدا کیا تھا تو اس درخت کی پیدائش سے پہلے خدا میں خود نیکی و بدی کی تمیز تھی یا نہیں؟

۵۔ باغ عدن کے تمام درختوں میں سے اچھے اور برے درخت کی پہچان آدم اور حوا کو کیونکر حاصل ہوئی؟ جبکہ انہوں نے نیکی اور بدی کی پہچان کے درخت کو ابھی چھو آنا نہ تھا۔

۶۔ اچھے اور برے درختوں کی پہچان کرتے وقت کیا تو خدا نے ان کو تمیز کے درخت سے پھل نہیں کھلایا؟ اور اچھے اور برے درخت کی شناخت ان کو کیونکر حاصل ہوئی۔

۷۔ شیطان کو نیکی اور بدی کی تمیز کہاں سے حاصل ہوئی؟ آیا اس کو کسی اور سستی نے درخت کا پھل کھلوا دیا تھا کہ اس نے معبود ذہنی والا درخت اس کو بتلایا۔

۸۔ شیطان کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا کہ آدم اور حوا کو فلاں درخت سے منع کیا گیا ہے کہیں وہ عالم الغیب تو نہیں یا آدم کو حکم ملتے وقت وہ بھی جنت میں ہی موجود تھا۔

۹۔ بائبل میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس سے پیشتر خدا نے آدم و حوا کو خبردار کر دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے دھوکے میں نہ آنا تاکہ وہ اس کی بابت ہوشیار رہتے۔

۱۰۔ اگر پیشتر سے انہیں اطلاع بھی ہوتی تو خدا اور شیطان میں وہ تمیز کیسے کر سکتے تھے۔ کیونکہ نیکی اور بدی کی تمیز کا درخت تو انہوں نے ابھی چھو آنا نہ تھا۔ خدا میں نیکی ہے اور شیطان از سر تا پا بدی

غرض یہ اور اس قسم کی بیسیوں باتیں تھیں کہ جو آدم اور حوا کے دل میں آسکتی تھیں اور یقیناً آئی ہوں گی بہر حال جو کہ جس پر فریب کھانے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اس نے یہ خیال کیا کہ میں ضرور پھل کھانا چاہئے۔ علاوہ ازیں جہاں تک اس نے اس سوال کو عقل و فکر کے سلسلے میں پیش کیا۔ اسے یہی بہتر معلوم ہوا۔ وہ سوچنے لگی۔ کیا علم کے درخت کا پھل کھانا کوئی بدی

ہو سکتی ہے؟ کیا خدا کی منشاء کو بے علم اور جاہل کھنے کی ہے۔ خدا کے متعلق تو ہمیں ایسا خیال کرنا بھی گناہ ہے۔ تو پھر کیا یہ گناہ ہے کہ ہم میں نیک و بد کی تمیز ہو جائے۔ کیونکہ آخر خدا ہی تو کہتا ہے کہ اس درخت کے پھل کھانے سے کھلنے والا بدی اور بھلائی میں تمیز کرنے کا اور اگر بدی سے بچنا ہی ضرور ہے۔ تو پھر از بس ضروری ہے کہ میں یہ پھل کھاؤں۔ جب بدی اور بھلائی میں تمیزی نہ ہوگی تو ہم بدی سے کیسے بچ سکیں گے۔ علاوہ ازیں تو نے سوچا کہ بھلا ہمارے جاہل اور بے علم رہنے سے خدا کے جلال میں کیا از یاد ہوگا۔ بلکہ جس قدر علم و معرفت بڑھے گا۔ اسی قدر مجھ میں حمد و شکر گزاری کرنے کا احساس زیادہ ہوگا۔ کیا خدا نے مجھے علم و دانائی حاصل کرنے کے قوی نہیں بنائے۔ اور اگر اس نے یہ قوتیں انسان کو دی ہیں۔ تو پھر قوتیں نشوونما پانی چائیں عرض جانا ہونے بہت ہی سراسر۔ ہر چند سوچا اور غور کیا۔ ان کی عقل میں کوئی بھی مقبول بات نہ آئی کہ کیوں خدا کی طرف سے ممانعت ہو سکتی ہے۔ کہ درخت علم کا پھل نہ کھایا جائے۔ یہ بات انہیں لائیکل بھید ہی نظر آئی۔ پادری صاحبان خود سوچیں یہ تو کوئی سرسری تھا۔ جو نہ ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ نہ تو اس کی سمجھ میں آیا نہ کسی اور انسان کی سمجھ میں آیا اور نہ آئے گا جس درخت کی بابت یہ لکھا ہے۔ کہ اس کو کھا کر انسان عقلمند ہوتا ہے۔ اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ خدا اس کے کھلنے جانے سے منع کرے گا۔ یہ تو حکیم و علیم خدا کی شان کے خلاف ہے۔ جنت کے باغ میں بھلا اس سے بڑھ کر دیکھنے میں خوبصورت کھلنے میں نہایت لذیذ اور کونسا درخت ہوگا۔ خواہ کہ زمین میں یہ ساری باتیں یکے بعد دیگر آئیں اور آخر اس درخت کے پھل کو کھا ہی لیا۔ پھر کیا تھا۔ بدی اور نیکی کے درمیان تمیز کرنے کی قوت اس میں پیدا ہوگی۔ کیا راحت بخش تبدیلی تھی جو اس میں پیدا ہوئی۔ یہ تو ایک نایاب عطیہ الہی تھا۔ جو قسمت کی خوبی اور نصیبیہ کی رسائی سے اچانک اس کو حاصل ہو گیا۔ اس نے خوشی کے جوش میں آکر اس پھل کو لیا۔ اور آدم کو دے دیا۔ آدم نے جب عورت کے اندر اس قدر تبدیلی دیکھی تو اس نے بھی خوش ہو کر پھل کھایا۔ پھل کھانا تھا۔ کہ آدم بھی نیک و بد کی تمیز میں خدا کی مانند ہو گیا۔ یہ ارتقا۔ نسل انسانی کی انتہا تھی جو آدم کو اس درخت کا پھل کھلنے سے حاصل ہوئی۔ نظام عالم میں ایک اور دانشمند اور حکیم خدا کا اضافہ ہوا۔ تین سے چار ہو گئے۔ دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکر تو لوگ کہا بھی کرتے ہیں۔ زمین خداؤں (باپ بیٹا اور روح القدس) کے ساتھ چوتھے کا اضافہ کچھ ایسا منحوس اضافہ نہ تھا۔ اگر اس کو کیا کیجے کہ وہ خدا بڑا حاسد خدا تھا۔ (ذخوع باب ۱۰) اسے یہ کہ گوارا تھا کہ زمین کے اوپر یا آسمان کے نیچے کوئی دوسرا خدا بھی ہو جائے اور سب سے بڑی فکر کی بات یہ تھی کہ اس باغ میں ایک جیات اور دائمی زندگی کا درخت بھی تھا۔ غالب تھا کہ آدم اس پر بھی ہاتھ چلے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر کے یلمیثہ۔ (واجب الوجود اور قادر مطلق بن بیٹھے اس نے کہا۔ اب ایسا کہ آدم اپنا ہاتھ بڑھا لے اور جیات کے درخت سے بھی کچھ لیوے اور کھائے اور ہمیشہ جیٹا رہے۔

پیدائش (۳۳) چاروناچار خداوند خدا کے ہاں اس ہر وقت کی خلش کا ایک ہی علاج تھا کہ وہ آدم اور حوا کو باغ عدن سے باہر کر دے مگر آدم جو علم و حکمت کے درخت سے لذت آشنا ہو چکا تھا اور اس راز کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا اسے بے علم چون شمع باندگداخت : کہ بے علم تو اں خدا را آشنا

کہ خدا اور اس کی خدائی کا راز صرف نیک و بد کی تمیز اور علم ہی سے حاصل ہو سکتا ہے بہت ممکن تھا کہ آدم اس شمع علم پر قربان ہونے کے لئے تدبیر کے پردوں سے پروا ذکر تا اور باغ میں دوبارہ پہنچ جاتا۔ خداوند خدا کو اس پر کھٹکا پیدا ہوا اور سچا کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں آدم درخت جیات کو بھی چپ نہ کر جائے۔ اس لئے باغ سے آدم کو باہر کر کے چاروں طرف فرشتوں کی برہنہ تلوار کا پہرا لگا دیا۔ پیدائش (۳۳)

بائبل کی اس آدم کہانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند خدا کے کام شروع سے ہی بے سوچے سمجھے ہوتے رہے ہیں۔ اگر آدم کے لئے تمیز کے درخت سے پھل کھانا ناجائز تھا۔ تو باغ عدن میں اس کو پیدا ہی کیوں کیا۔ اگر یہ غلطی ہو گئی تھی تو کم از کم اس کو ایسا خوبصورت اور کھانے میں خوش ذائقہ بنا تا تا کہ آدم چکھ کر چھینک دیتا اس فروگزاشت پر بھی آدم کو خفیہ طور پر اس سے اطلاع دیکر شیطان کو یہ راز نہ بتلایا ہوتا تو بھی آدم بچ جاتا۔ اس لیے درپے سہو و نسیاں پر بھی خود پریدہ میں درخت جیات پر پیرہ لگانے کی سوچی وہ پہلے ہی سے کیوں اختیار نہ کر لی۔ انجام کار بھی خدا نے جو کہا تھا کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تم ضرور مر گے۔ (پیدائش ۲) سچ ثابت نہ ہوا بلکہ سانپ نے بہکاتے وقت جو کہا تھا کہ تمہیں اس درخت کے پھل سے نیک و بد کی تمیز حاصل ہوگی وہی ہوا۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہے کہ خداوند خدا کو آدم کے ساتھ رقابت کا کوئی خاص حسد تھا جس کی وجہ سے اس کے ساتھ قدم قدم پر یہ گمراہ کن رویہ اختیار کیا گیا۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آدم کو اس درخت کا پھل کھانے سے ہرگز سہو نہیں ہوا اور نہ کوئی تکلیف ہوئی تھی۔ ہونے سے شرم آنا کوئی سزا اور بری بات نہیں تھی۔ تو وہ پہلے بھی تھے۔ مگر پھل کھانے سے اپنے تنگ پر شرمانے لگے یا ستر پوشی کا خیال پیدا ہوا کیا یہ کوئی بری بات ہے؛ بلکہ اس کو ارتقا کا اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوا کہ وہ خدا کی مانند ہو گیا۔

غرض کتاب پیدائش کی رو سے جہاں تک غور کیا جائے آدم اور حوا کو نوعیت فعل کے لحاظ سے تو کوئی گناہ ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اور لحاظ اس اثر کے جو اس فعل پر ستر تب ہوا۔ ان کو کوئی سزا بھی نہیں ملی بلکہ اس کا نور معرفت خدا کی مانند اور چمک اٹھا۔ پیدائش (۳۳) اور یہی ان کا اعلیٰ سے اعلیٰ ارتقا تھا جس پر ان کو پہنچنا چاہیے تھا۔ اب رہا یہ امر کہ حوا کو یہ کہا گیا کہ وہ زیادہ درد سے بچنے اور آدم کو یہ کہ وہ پیشانی کے پسینہ سے روٹی کما لے (پیدائش ۳۳) اس

بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی سزا نہ تھی عیسائی اہلیات میں گناہ خدا سے بغاوت کا نام ہے اور اس کی سزا کے لئے ابدی جہنم موجود ہے۔ آدم اور حوا کے متعلق یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ بھی سانپ کی طرح ملعون ہو کر ملعون و بائند ابدی جہنم کے حقدار ہو گئے۔ عورت کا درد سے یا زیادہ درد سے بچ جینا جہاں تک اس پر غور کیا جاتا ہے۔ جنانہ حوا ہی پر کیا منحصر ہے سطح ارض کے تمام حیوانات ایک ہی طریق پر بچے جنتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ جن منف کے احساسات زیادہ نازک ہوں وہ زیادہ دکھ محسوس کرتی ہے۔ جانوروں کی نسبت انسانی احساسات زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ اور عورتوں میں بھی وہ عورتیں جن کے اندک کیفیت احساسی کچھ زیادہ نازک نہیں ہوتی۔ جیسے دیہات وغیرہ کی جفاکش عورتیں وہ شہروں کی صنف نازک کی نسبت بہت کم تکلیف اٹھاتی ہیں بہر حال یہ کوئی سزا نہیں اور نہ درخت کے پھل کھانے کے ساتھ اس کو کوئی تعلق ہے۔ اس کی بنیاد صرف علم و عقل اور شعور کی کیفیات و قوتی اور احساسی پر ہے۔

رنا آدم کا پسینہ سے روئی کمانا یہ بھی کوئی سزا نہیں بلکہ ارتقاء نسل انسانی کی تمام منزلوں کا رشتہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اچھی روئی کمانے کے لئے شدید جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور اسی تک دو کا نتیجہ تمام وہ کمالات ہیں جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسی سے تہذیب و تمدن کا رفیع الشان تصور تعمیر ہوتا ہے۔ پادری صاحب اس کو سزا کہیں تو کہیں ہم تو اسی کی بدولت فضا عالم کو انسانی قوتے اور استعدادوں کے ظہور سے منور اور اسی کی تابش جمال سے معمور دیکھتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم اور بائبل دونوں نے انسان کی اس حالت کو دکھ مشقت و فحشقی اور فقدان عیش و فغوئی سے تعبیر کیا ہے۔ اور حدیث میں لکھا کہ لا زال العیش الا کذا کہا گیا ہے۔

پس اس بنا پر یہ حالت پہلی ہستی حالت کی نسبت دکھ کی حالت ضرور ہے۔ تاہم یہ سزا نہیں اس لئے کہ ہر سزا کو ضرور ہے۔ لیکن ہر دکھ سزا نہیں بلکہ ترقی اور حصول کمال کے لئے بھی دکھ سہنا پڑتا ہے۔ اور مزاجی اسی راحت میں ہے جو دکھ کے بعد میسر ہو وہ دکھ جس پر رحمت الہی کی بارش کا انحصار ہو۔ انسان کی خفیہ استعدادیں اس سے بیدار ہوں اور فطرت بشریہ کا غچچہ قابلیت چٹخ کر زہرت آگیاں ہو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ الوہیت کے انوار اس پر پڑوں گے ہوں۔ اس پر عیش و عشرت کی ہزاروں جنتیں قربان ہوں کہ جن کے اندر دل کی کلی تسمت استنانہ ہو کم سنی اور بچپن کا زمانہ اگرچہ عیش و آرام کا زمانہ اور ذمہ داریوں کے بارگراں سے ہر طرح سبکدوش ہوتا ہے۔ اور عالم شغاب مصائب اور سزاؤں کا کوہ گراں سر پر لاتا ہے تاہم عقوان شباب حسن و جمال کے کمال اور قوی کے ارتقاء کا زمانہ ہے۔

پس یہ صحن کی آرائشوں میں کم سنی تھی کٹ گئی افس وہ ہلکا سا تسم اور جواں ہونے کے بعد

پس آدم اور حوا کی زندگی جب تک دایہ فطرت کی گود میں رہی آرام اور عیش کی جنت تھی لیکن عقوان شباب کا یہ تقاضا تھا کہ وہ اپنے اندر حسن کا کمال پیدا کرے اس لئے وہ اپنے لئے بہتری کی تجاویز سوچ کر اگرچہ دکھ میں پڑا لیکن اسی دکھ کا نتیجہ وہ جنت ہے

اسلام کی آند دہریت کے لباس میں

از مولوی یعقوب خاں صاحب بی۔ اے۔ ایڈیٹر ڈی لائٹ

اغیور دین اللہ یبعون ولہ اسلمن فی السموت والارض طوعا وکرها والیہ یحجون راتقرآن
 نوتان خانم کا مقبرہ شہرہ آفاق ہو چکا ہے۔ ہزار ہا سال تک سرزمین مصر پر دفن رہنے کے بعد محکمہ آثار قدیمہ نے
 اس کے عجائبات کا بیش بہا خزانہ برآمد کیا ہے۔ انہیں عجائبات کے خزانے میں سے ایک عجوبہ بہ نکلا کہ ہزاروں کی تعداد
 میں بلیوں کی میاں و ستیاں ہوئیں۔ جیسے زمانہ قدیم میں انسان کو مومی *mummy* کی شکل محفوظ کرنے کی رسم تھی۔
 اسی طرح ان بلیوں کو بھی محفوظ کر کے دفن کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ ان بلیوں کی بطور معبود پرستش ہو کر تھی۔ اور معبود کی عورت
 و احترام اس امر کی متقاضی تھی۔ کہ اسے فنا کے ماتھوں سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ ایک نہایت کثیر تعداد
 میں یہ میاں برآمد ہوئیں اس لئے انہیں نیلام کر دیا گیا۔ اور زیندار لوگ نہایت قیمت سمجھ کر لے گئے اور اپنے کھیتوں
 کے لئے انہوں نے ان معبودان باطل کو بطور کھاد استعمال کیا۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انگلستان کے ایک دہریہ
 اخبار نے پھیبتی حسرت کی۔ کہ تاریخ عالم میں یہ سب سے پہلے خدا ایسے ہوئے ہیں جو انسان کے لئے کچھ تو مفید ثابت ہوئے
 بظاہر یہ ایک معمولی دل لگی معلوم ہوتی ہے۔ جو اس دہریہ اخبار نے مذہب اور خدا کے خیال کے ساتھ کی۔ لیکن اس کی
 تر میں نگاہ حقیقت میں کے لئے ایک بڑی بھاری حقیقت نظر آتی ہے۔ اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے میں نے
 اس واقعہ کا اس جگہ ذکر کیا ہے۔ درحقیقت دنیا کے اندر قدیم الایام سے خدا کا جو تصور و تخیل چلا آتا ہے۔ اور جوئی العموم
 اب بھی اسلام کے سوا دیگر مذاہب میں مروج ہے وہ یہ ہے کہ خدا ایک نہایت جاہل اور نہایت خستناک شہنشاہ کی طرح
 سخت پر جلوہ گر ہے۔ اور اس کی ناراضگی اور اس کے بغض و غضب سے محفوظ رہنے کے لئے انسان کے پاس یہی ذریعہ
 ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اس کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کیا جائے اس کی خوشامد اور تعریف کی جاوے۔ تاکہ اس کا
 مزاج ٹھنڈا رہے اور فصلوں کو تباہ نہ کر دے۔ یا سفیدی بیماریاں بھیج کر لوگوں کو ہلاک نہ کر دے۔ یہی وہ تخیل تھا۔ جو عناصر
 پرستی اور بت پرستی میں کام کرتا تھا۔ اور جو موجودہ مذہب کے تخیل میں بھی چلا آیا خدا کو خوش کرنا خدا کے تہ سے بچتے رہنا
 اور عبادت اور انسانی باجوانی قربانیوں سے اس کے غضب پر ٹھنڈے پانی کا چھینٹنا مارنا یہی اعلیٰ اور اعلیٰ تخیل تھا۔ جو مذہب کا

سنگ بنیاد تھا۔

ظاہر ہے کہ موجودہ علوم کی روشنی میں انسانی دل و دماغ جو اس قدر ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے۔ ایسے خام خیال کو کسی طرح جگہ نہیں دے سکتا۔ آخر انسان سوچنے لگا کہ میں عبادت کروں تو کس لئے؟ حمد کروں تو کس لئے؟ کائنات میں ایسا کوئی ہوا موجود نہیں جو ہر وقت انسان کا خون خشک کرنے پر تیار ہوئے۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ ایک مستحکم نظام اسباب کے تحت ہوتا ہے۔ آدھی طوفان و باجس قدر مصائب آتی ہیں ان کے لئے طبعی سامان موجود ہیں اور جس ذہنیت کا اس دہریہ اجزاء نے بلیوں کی میوں پر مذاق اڑاتے ہوئے منظرہ کیا ہے۔ وہ یہی ذہنیت ہے یعنی یہ کہ خدا انسان کے کسی کام کی چیز نہیں نہ خدا سے انسان کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ خدا کے ماتھے میں ایک کھلونا ہے۔ اور بس۔ میرے نزدیک یہ دہریہ اس نام نہاد مذہب والے سے اسلام کے زیادہ قریب ہے اس کی فطرت نے اسے مجبور کیا کہ جس چیز سے ہماری کوئی منفعت وابستہ نہیں اس کی عبادت ہم کیوں کریں، بالفاظ دیگر عبادت اور پرستش اسی کی چاہئے جس کی ساتھ انسان کا کسی قسم کا فائدہ وابستہ ہو۔ محض ڈراؤ خوف پر خدا کی بنیاد رکھنا ایک توہم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ قرآن پاک نے سب سے اول جس خیال کو پیش کیا ہے وہ یہی ہے۔ کہ خدا کوئی بے کار چیز نہیں جس کی طرف تمہیں بلایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی وہ کوئی ڈراؤنا ہوا ہے۔ وہ تو رب العالمین ہے۔ نجات دن اسی فکر میں ہے۔ کہ انسان کی فلاح و بہبود اور نشوونما کے سامان بہم پہنچائے۔ اسلام کا خدا و حقیقت ایک مفید ترین ہستی ہے جس کے ساتھ انسان تعلق جوڑ سکتا ہے۔ اور اس تعلق جوڑنے کی غرض اس سے بڑھ کر نہیں کہ خود انسان ترقی کے ان اعلیٰ و ارفع مدارج تک پہنچے جن کیلئے دست قضا و قدر نے اسے تراشا ہے۔ گو بظاہر یہ دہریت نظر آتی ہے لیکن دہریت کے لباس میں جو خیل انسان کے دل و دماغ پر مستولی ہو رہا ہے وہ ایک نہایت اعلیٰ اسلامی خیل ہے یعنی یہ کہ خدا کو ایک مفید ترین ہستی ہونا چاہئے۔ اور یہی اسلام کا سنگ بنیاد ہے۔

دہریت کے کسی خیال کو لیجئے وہ اسلام کے کسی نہ کسی اصول کے سامنے فطرت انسانی کا تسلیم غم کرتا نظر آئے گا۔ روس دہریت کا مرکز بنا ہوا ہے اس دہریت کی تہ میں کیا چیز ہے؟ صرف یہ کہ مذہب ہمیشہ دو متضاد و رطافور کا حامی رہا ہے۔ اور غریب پر مظالم توڑنے میں بادشاہوں کے ماتھے میں سب سے زبردست حربہ بنا رہا ہے۔ خدا اور مذہب کے نام پر اس کی مخلوق میں وہ تمام اوصاف ردیلم پیدا کئے جاتے تھے جن سے وہ اپنی غلامانہ اور فاقہ مستی کی حالت پر فائدہ ہوتے تھے۔ مذہب کو یا ایک قسم کی منشی چیز کی طرح احساس تک کو بھی نار دیتا تھا۔ عیسائی مذہب صدیوں انسانی آزادی کی راہ میں مزاحم رہا۔ خدا کا کلام انہیں پاک انسان کی رہنمائی کے لئے آیا تھا لیکن مذہب نے حکم دیا تھا۔ کہ اس کلام کو خود پڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں ضروری کی دستا سے انسان خدا کا کلام سمجھنے کی کوشش کرے اور اس تک رسائی حاصل کرے۔ یہ ایک غلامانہ ذہنیت تھی جو زندگی کے

پہلے شمشیر میں پیدا کی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کی طاقت اور دولت سب کو رُوں مخلوق خدا کو محروم کر دیا گیا۔ اور چرچ اور سنیٹ
 رنڈرے حکومت نے باہم مل کر اسے غنیمت کے رکھا۔ موجودہ روشنی کے ہاتھ انسان ان پرانے دماغی زنجیروں سے آزاد ہوا اور
 سوال کرنے لگا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک انسان اور دوسرے انسان میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھا جائے کیوں مٹھی بھر مکرانِ ہلبقہ کے لئے
 عام مخلوق اپنا پسینہ بہائے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر ان کے لئے عیش و عشرت کا سامان بہم پہنچائے۔ ایسا خدا جو ایسی
 ناز و نیاز تقسیم میں مدد دیتا رہا ہے۔ ایسا مذہب اس قابل نہیں کہ اسے باقی رہنے دیا جائے۔ اور کون مسلمان ہے جو اس عزم میں
 بالمشوکیہ کا ہم نوائے ہوگا۔ بالمشوکیہ کی خدا سے موجودہ بیزاری و حقیقت خدا سے بیزاری نہیں۔ بلکہ شیطان سے بیزاری ہے
 جو خدا کا لباس پہن کر دھوکا دے رہا تھا۔ بالمشوکیہ کے دل و دماغ میں مساوات انسانی اور حریت کا جو اصول بیجا ہوا ہے۔
 وہ درحقیقت وہ اعلیٰ اصول ہے جو اسلام کے پیغام کا مقدم ترین مقصد تھا۔ اسلام کسی رنگ و نسل یا حاکم و محکوم کے امتیاز
 کا قائل نہیں۔ اسلام کا اعلیٰ ترین مقصد فتح کی ایک عالمگیر برادری قائم کرنا ہے۔ اسلام کا خدا عز و جل کو یہ ایون کھلا کر بدوش
 نہیں کرتا کہ یہ دنیا اور اس کا مال و متاع لغو اور بے کار ہے۔ بلکہ ہر ممکن تحریریں دلاتا ہے کہ انسان ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ
 مقامات کو حاصل کرے۔ اس لئے اگر ظاہری لفظی اختلاف کو نظر انداز کر کے اس حقیقت کو دیکھا جائے جو بالمشوکیہ بھڑکی کی
 روح رواں ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہی چیز ہے جو اسلام پیدا کرنے آیا تھا۔ اور نوح و احسن ایک مدت دراز
 تک پیدا بھی کی۔ اسلام کے سب سے پہلے بادشاہ خود نبی کریم تھے۔ لیکن بالمشوکیوں کے بانی لینن کے گھر میں کبھی کبھی اس قسم کی
 سادہ زندگی نہ ہوتی ہوگی۔ جو نبی کریم کے گھر میں نظر آتی ہے قومی مال و دولت قوم کے فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ ہونے کے
 لئے تھا۔ الفرض بالمشوکیہ کو نظر آہر خدا سے منحرف نظر آتے ہیں لیکن دیکھنے والی آنکھ دیکھتی ہے کہ فطرت کا زیر دست ہاتھ
 کشاں کشاں اسے اسلام کی چوٹھ پر لار رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اسلام کا خدا سراپہ دار خدا نہیں بلکہ بالمشوکیہ خدا ہے
 اس کے نزدیک خدا کا تصور وہی ہے۔ جو کلیسا نے پیش کیا۔ اور اس لئے وہ حق بجانب ہے۔ کہ اس کے خلاف علم
 بناوات بلند کرے۔

جوں جوں دہریت کی ہوا جہان میں بھیلی جاتی ہے میرا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا کے اپنے اصلی پاک روپ میں
 ظہور ہونے کے دن آرہے ہیں۔ اہل حقیقت جانتے ہیں کہ موجودہ مسخ شدہ شکل میں کوئی مذہب مذہب کہلانے کا مستحق
 نہیں۔ خود اسلام کی شکل و صورت کو ملائوں اور پیروں نے جس قدر مسخ کیا ہے۔ وہ بھی محمد اور قرآن کا اسلام نہیں۔ اس لئے
 ان سب کے خلاف جو عالمگیر روہیں نظر آتی ہے۔ اور جسے ہم لاندہی کی رو سے تعبیر کرتے ہیں درحقیقت یہ لاندہی کی رو
 نہیں یہ لاندہی کے خلاف رو ہے۔ لوگ ان مضحکہ انگیز مذاہب جو پادریوں۔ پنڈتوں ملائوں اور پیروں نے جہان میں

راج کر رکھے ہیں۔ بیزار ہیں۔ اور یہ ایک نہایت مبارک بات ہے۔ یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں سچی روشنی کے لئے تڑپ ہے۔ اور صحیح آسمانی پانی کے لئے پیاس۔ یہ لغات و جہاں انسانی مذہب کے خلاف بغاوت ہے۔ ساتھ ہی صحیح فطرتی مذہب کے لئے عملی بے تابی کا عالمگیر منظرہ ہے۔ جسے دیکھ دیکھ کر مجھے قرآن پاک کی مندرجہ صدر آیت یاد آتی ہے کہ گوزانہ نے اپنے لئے کچھ کا کچھ مذہب تراش لیا تھا لیکن فطرت کا زبردست ناقص طوعاً و کرہاً ان کو فطرت کے مذہب کی طرف گھسیٹ گھسیٹ کر لارہا ہے۔ فطرت کے خلاف کوئی اصول جہاں میں قائم نہیں رہ سکتا۔ اور فطرت سے کوئی جھاگ کر نکل نہیں سکتا۔ آسمان وزمین میں ہر چیز نے اس کے قانون پر لازماً چلنا ہے۔ اور یہی اسلام ہے۔ جو اب دہریت کے لباس میں جلوہ گر ہونے لگا ہے۔ دہریت اگر اسلام نہیں تو اسلام کا پیش خمیہ تو ضرور ہے۔ اور کم از کم نام نہاد مذہب کی نسبت اسلام کے قریب تر ہے۔ الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ خدا اور مذہب کا صحیح قرآنی تخیل جہاں میں پیش کیا جائے تو ممکن ہے کہ بالآخر اسکو جو دہریت کا مرکز بن رہا ہے۔ دارالاسلام نہ بنے

اخلاق عمومیہ و قرآن مجید

- ۱۔ قولوا للناس حسناً
 - ۲۔ واحسنوا ان الله يحب المحسنين
 - ۳۔ والكاظمين الغيظ والعابدين عن الناس
 - ۴۔ ان تبدوا خيلاً او تحفوا او تقفوا عن سوء فان الله كان عفواً ذنبوا۔
 - ۵۔ خذ العفو وامر بالمعروف وادع عن الجاهلين
 - ۶۔ وقل لعبادى يقولوا التى هى احسن
 - ۷۔ ووصينا الانسان بوالديه احسانا
- لوگوں کے ساتھ خوبصورتی سے کلام کرو۔
 نیکی کرو۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
 وہ لوگ جو غصہ کور وکتے ہیں لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور احسان کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں
 نیکی ظاہر کرو خواہ پوشیدہ یا برائی سے درگزر کرو کیونکہ اللہ بخشنے والا اور قدرت والا ہے۔
 لوگوں کی کمزوریوں کو معاف کرو معروف باتوں کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔
 میرے بندوں کو کہہ دو کہ وہ وہ بات کہیں کہ جو بہترین ہو۔
 ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کیساتھ احسان کرے

ویدوں کی بہشت

یعنی

اسلام پاک پر آریہ سماج کے سب سے بڑے اعتراض کا ویدوں کے

مجموعہ حاضرہ کی زبان سے جواب

مولانا مووی عبدالحق صاحب دہلی

فہرست مضامین

ویدوں کی بہشت سماں سے کتنی دور ہے
بہشت کیونکر مل سکتی ہے۔

میزان اعمال

وید کی بہشت سماں سے یا روحانی

وید کی بہشت میں لوگ سمیٹ رہیں گے۔

ویدوں کی بہشت کا اندرونی منظر

بہشتی درخت پہلے بڑے اور پھر کم شیریں پھل اور پس

ویدوں کی بہشت میں گل نیلوفر کے دیگر فریب

اظہار سے

راہ نجات

وید سے مذاب قبر کا ثبوت

بالبدلتوت

تناسخ کا ذکر وید میں نہیں

جہنم کا ثبوت وید سے

ویدوں کی بہشت

لفظ سوسوگ پید شاستر اولخت کی بنا پر بحث

ویدوں کی بہشت اس زمین پر نہیں

ویدوں کی بہشت کہاں ہے۔

نہستی سے ہستی اور عبید

ہستی کا محرک کام دینا ناہوا۔

علت ناومی ایشور کا پلہ حصہ ہے۔

ایشور کے سہرا پائے زمین اور آسمان پیدا ہوئے

زمین غیر متحرک اور ساکن ہے۔

آسمان ناومی اور ستونوں پر قائم ہیں۔

لفظ لوک در مقام پر بحث

عالم نہیں ہیں

موت اور اس کی اقسام

<p>سو عورتیں - دیدوں کی بہشت میں آریہ جہاشوں کے لئے ہار، زیور، لباس، ریحون جنگ میں مارے جانے والے ہماشہ کے لئے نزار اور نزار جوہریں قرآن کی جنت، دیدوں کی سورگ اور انجیل کی بہشت کا موازنہ دیدوں کی بہشت پر تنقید دیدوں کی بہشت کے متعلق حوالجات قیمت آٹھ آنے (۸۰)</p>	<p>بہشتی گوتے اور ان کا عجیب و غریب علیہ دیدوں کی بہشت کا انتہائی متنوع دیدوں کی بہشت میں عذبات شہوانیہ کا ہیمان دیدوں کی بہشت میں لذت اور سرور کا انتہائی لطف عوروں کے پرے اور عورتوں کے جھنڈ عیش و نشاط، سنسی مذاق اور چہل کرنے والی تین قسم کی عورتیں ایک ایک آریہ ہماشہ کے لئے پانچ پانچ</p>	<p>دیدوں کی بہشت میں گھی، شہد اور آب رواں کے چھتے اور نہریں شراب و دودھ اور چمی کے عوض اور نہریں دید کہ ہم میں شراب خانہ خراب کی فضیلت دیدوں کی بہشت میں ایشورجی کا شہر عمل، پنگ اور پاگی دیدوں کی بہشت میں ایشورجی کی پویاں در لہذا سارگی نڈوسر ڈاوسر سبھولے گلے بجانے لہچنے۔ دراز زلفوں والے لڑکے اور لڑکیاں</p>
---	---	---

بیچاریت کی لولہا ہوا

سرگزشت دید

ملنے کا پتہ

۱۱۳۱ اوید
 ہم کس طرح رو گئے؟
 مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب

فہرست مضامین

<p>فصل اول لفظ دید پر بحث سوامی دیانند اور لفظ دید کے معنی چاروں دیدوں نے اپنا نام دید نہیں بتایا دید سائنس کی کتاب نہیں۔ دید صرف چار ہی نہیں دید میں سابقہ کتب کا ذکر</p>	<p>سوامی دیانند کی تفسیر دید کی نسبت فضلاء سنسکرت کی آراء سوامی دیانند کی نسبت علماء آریہ سماج کی آراء۔ دیانند جی عمر بھر اپنے عقاید بدلتے رہے۔ لالہ لاجپت رائے اور پنڈت زویو ناستری رائے سرگزشت دید باب اول</p>	<p>مقدّمہ دنیا میں اسلام کیوں آیا اسلام کا اثر عیسائیت پر اسلام کا اثر ہندو مذہب پر منوسمرتی کی رو سے عقل و ہریت کی ایک رگ ہے۔ شجر ہندوویت میں اسلام کا پیوند</p>
---	---	--

دید عام الہی سے خالی ہیں۔

دوسری فصل۔ پیدائش دید کا افسانہ
الہام کی تعریف سے الہام بے بہرہ ہے۔
دید کس سے پیدا ہوئے اور کیونکر پیدا ہوئے
الگنی واپو۔ ادیتہ دیونلختے یارشی دجینی نام،
موجودہ دیدان رشیوں پر نازل نہیں ہوئے
دید کس کھیسے سے ترشے گئے
چاروں دید ایک دوسرے کے دشمن ہیں
دید پر چا پتی کی ڈاڑھی کے بال ہیں۔

وید اور پران قرآنی کی جوڑھ سے پیدا ہوئے
تیسری فصل۔ ویدوں کی گمشدگی
ویدوں کی چوری ہو گئی۔

موجودہ دید ناقص ہیں

سیاہ و سفید بجز وید کا قصہ

دوسری باب

پہلی فصل۔ ویدوں کے مختلف نسخے
لوگوں کی آسانی کیلئے وید کوڑے کر کے کوہ گیا
وید کے ۱۱۳۱ مختلف نسخے بن گئے۔

دوسری فصل۔ رگ وید کے مختلف نسخے
وید شاکھا کے متعلق سوامی دیانند کی
ناویل بعید اور اس کی تڑید
رگوید کے مختلف نسخے اور ان باہمی اختلاف
رگوید کے شاکل اور با شاکل نسخہ میں اختلاف
بجز وید کے مختلف نسخے

ہر ششی یا پتھلی کے زمانہ میں کچھ بجز وید
بجز وید کے موجودہ نسخوں میں اختلاف
مختلف نسخے ایک دوسرے کو مردود ٹھہرا ہیں

بجز وید میں ملاٹ
مختلف نسخوں میں ترتیب اور ضخامت کا فرق
تیسری فصل۔ سام اور اتھرو وید کے مختلف نسخے

علم موسیقی اور سام وید

سام گاتے ہوئے تحریف کرنی پڑتی ہے
سام وید کے ایک ہزار مختلف نسخے تھے۔

مختلف مطالعے کے چھپے سام وید میں اختلاف
موجودہ سام وید میں کانٹ چھانٹ
سام وید کے منتروں کی تعداد میں اختلاف

سام و تیز رگ وید کے منتروں کی بھر مار
اتھرو وید کے مختلف نسخے اور ان کا باہمی اختلاف
اتھرو وید کے اتھرو اور انگریس دو حصے
انگریس وید اتھرو وید سے سوال بعد تیار ہوا
اتھرو وید پیٹھے اور رگ وید کا رسے پانی
کی پیدا لیش ہے۔

اتھرو وید کا شتو ناک اور پیلا د نسو
اتھرو وید میں رگ وید منتروں کی بھر مار
تخریف اتھرو وید پر ایک آہہ نامہ حاصل کی شہادت
چوتھی فصل۔ وید کے مختلف نسخوں کی باہمی

رقابنت
وید شاکھا کے متعلق مصنفان قدیم کا
مذہب

پانچویں فصل۔ تحریف وید کے متعلق
ترکت سنو سمرتی اور کتب سوامی دیانند
سے شہادت

محرّف کتاب کی مثال زہری خوراک کی
مثال ہے۔ (خطبہ صدارت)

قیمت صرف ۲ روپے
دو آنے ۲۲ پتہ
ملنے کا
بیچر صاحب بصیرت کڈ پو احمد یہ بلڈنگس۔ لاہور

روزنامہ انصاف لاہور

یہ روزنامہ یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو دارالسلطنت پنجاب شائع ہوا ہے۔ تمام اردو اجنرات میں دلچسپ اور اعلیٰ مانا گیا ہے اس کے
سرشدے ایڈیشن میں ہلاک کی تصاویر شائع ہوتی ہیں اور اٹھاروں کے ہلاک بھی بڑی شان سے چھپتے ہیں۔ مضامین نہایت مفید
اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ شرح چند سالانہ پندرہ روپے ششماہی ہے۔ سماہی لکچر مانا ہے۔
بیچر روزنامہ انصاف لاہور

دنیا کے بہترین افسانے

اس کتاب میں دنیا کے تمام ممالک کے بہترین افسانہ نگاروں کے ۳۳ شاہکار درج ہیں جن کا ترجمہ مولوی منظور احمد صاحب دیرپا ہوا ہے۔ ہمایوں نے کیا ہے۔ ملکہ تمام اخبارات نے اس پر بہترین آراء کا اظہار کیا ہے۔ حجم ۳۴ صفحات قیمت دو روپے محلہ سنہری دو روپے بارہ آنے (۱۹۱۷ء)

روایات اسلامیہ

علامہ شبلی - سراج القل اور مولانا ظفر علی خاں کی ان اردو نظموں کا مجموعہ جن میں سلفائے اسلام کی شاندار زندگیوں کے عظیم اثنان کا زمانے درج ہیں۔ تینوں حضرات کے عکسی فوٹو بھی کتاب کی زینت ہیں۔ حجم ۶۸ صفحات قیمت صرف آٹھ آنے (۱۹۱۷ء)

آریہ مذہب کا آئینہ

مرتبہ سید ابو محمد نایب صاحب کانپوری اس کتاب کی موجودگی میں پھر کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس میں آریوں کی مذہبی حالت کا دلچسپ اور نہایت فصاحت کیونچہ بیان کی گئی ہے۔ آج کے اس موضوع پر ایسی نئی کتاب نہیں لکھی گئی جو آریہ مذہب اور کتابوں کا خلاصہ ہے اس میں کوئی بحث ایسی نہیں جو نظر انداز کی گئی جو اس کو ایک مرتبہ غور سے پڑھنے کے بعد معمولی لکھا پڑھا شخص بھی آریوں کے مقابلہ میں فاتح سما کر ثابت ہو سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲ روپے محلہ ڈاک بازار حیدرآباد

کامیاب زندگی

جو امریکہ کے ایک مشہور ماہر اقتصادیات کی زندگی بھر کے تجربات کا نچوڑ ہے جس کے پڑھنے سے دل میں قوت عمل کا زور دست احساس پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ان تمام انسانی کمزوریوں کی تفصیل درج ہے جو ایک جوان درمعرض کی ناکامی کا اصلی سبب ہیں۔ جس موثر اور دلنشین سیریا میں انسانی خامیوں اور کمزوریوں کے رفع کرنے کی عملی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ وہ پڑھنے سے توفیق رکھتی ہیں جو شخص کامیاب زندگی کو غور سے پڑھے اور اس کے چرکرت اور بصیرت افزا مضامین پڑھا کر ہرگز ناامید نہ ہو۔ زندگی میں ناکام ہے۔ حجم ۲۶۰ صفحات قیمت بلا حد ۱۱ روپے محلہ ڈاک بازار حیدرآباد

تفسیر سورہ فاتحہ اردو

حضرت جلال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد سید علامہ محمد عبید اللہ منقہ کی تفسیر سورہ فاتحہ کا اردو ترجمہ کتاب کے شروع میں علامہ رشید رضا آفندی اردو مولوی محمد اسماعیل صاحب مستترجم نے نہایت زبردست اور مفید مقدمات بھی لکھے ہیں۔ ان کے اسلامی اخبارات نے اسے مائتہ اہلسنی کے لئے نہایت مفید کام بتایا ہے۔ حجم ۱۱۲ صفحات قیمت جلد ایک روپیہ ملنے کا پتہ

بیچر بصیرت بک ڈپولابو

شیر خاتون حلاوت و دم

یعنی

دور فاروقی کا تاریخی افسانہ

یہ کتاب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب ناگسا جبار الامان کی وہ تڑپا دینے والی تصنیف ہے جس کی وجہ الامان کی شاعرت میں تقریباً ایک ہزار خیر ارمان کا اضافہ ہو گیا ہے۔ جو شخص ایک حصہ پڑھ لیتا ہے دوسرے کے لئے سچیں ہنسا ہے حضرت فاروق اعظم کے زمانہ کا نقشہ اور فتوحات اسلامی کی روانی اصحابہ کبار رضی اللہ عنہم جمعین کی نمونہ شانہ جدید کا نظارہ

حسن و عشق کی سچی داستان

پڑھنا سزا تو اس کتاب کو ضرور طلب کریں مسلم خواتین کے لئے درس جیانت ہے ایک طرف سیف الاسلام حضرت خالد اور فاروقی شام حضرت ابو عبیدہ نیز ایک طرف حضرت خولہ اور پیرائے ارجحگی سواد کے معرکے مسلمانوں میں کی طرح بھونکتی ہے تو دوسری طرف شہزادی جوزلیفان کے عشق و حسن کی داستانوں میں چمکیاں لیتی ہے۔ یہ کتاب اسلامی روایات کی حیات نازہ ہے قیمت حلاوت پنج روپے دو حصہ دوم پنج روپے علاوہ حصول ڈاک

شمشیر صلابی

لطیفہ خانم اور مصطفیٰ کمال پاشا کی داستان عشق

ترکی کی مشہور ادیبہ خالدہ نے اتحادیوں کی فوج کے واقعہ قسطنطنیہ سے لیکر سفر نامہ فتح کے حالات روزنامہ کی صورت میں ایسے درج کیا ہے کہ پیرایہ میں قلب بند کے ہیں کہ پڑھنے والا تڑپ جاتا ہے اور دنیا فی نظام کا نظارہ اس کی نگاہوں میں پھر جاتا ہے اور میدان جنگ میں حسن و عشق کی شہزادہ سازیاں لطیفہ خانم اور کمال پاشا کی داستان عشق کے حالات اس میں درج ہیں صفحات 99 صفحہ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ حصول

دیوتاؤں کے غلام

یعنی مشہور و معروف ادیب مین مصنفہ مس کیتھرائن میو کی تصنیف سیلیو آف دی گودنہ کار دو ترجمہ میں ہیں ہندو ہندو مت و معاشرت کا حال مختلف کہاؤں کی صورت میں درج کیا گیا ہے اس کے پڑھنے سے اسلام کی خوبوں اور ہندو دوسرے اسی نفس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یہ وہی تصنیف ہے جس کی اشاعت نام ہندو دنیا میں غوراً پڑھا گیا تھا قیمت فی جلد دس روپے علاوہ حصول ڈاک

محبوبین پر چھاپی گجرات کی حسینہ

تاریخی فسانہ ہے اس میں بتلایا گیا ہے کہ گجرات کی حسینہ اور اس کا مانا کیونکہ مشرف باسلام ہوا اور شہزادہ حسن سے اس کی شادی کی طرح ہوئی بن اسلام کی سچائی کا مترق اور ہندو ہندو مت پر چھاپی گجرات کی حسینہ کی خیالات کا سچا فوٹو ہے اس کو پڑھ کر اسلامی اناق کی کوشش دلوں میں لگ گیاں ہوتی ہے۔ قیمت صرف چھ آنے علاوہ حصول ڈاک

شمع ہدایت یا سحر ترکی

کونسی فریضہ نہیں قبول کرے کہ بد تدنی معاشرتی امور کا ناکہ دوسرے کے لئے طریقہ چنا اور بد تدنی کے بڑی بڑی مہربان کا ذکر ہے یہاں اصل اصل انگریزی میں چھپتا اور اردو میں بہت چھپ چکا ہے اس کا اردو ترجمہ بہ ہینا طرفین کیا جاتا ہے اس کی لفظ پر ہی جو حال سننا ہے کاغذ عمدہ چھاپائی دیدہ زیب قیمت پندرہ روپے علاوہ حصول ڈاک

جلد کتب الامان بک ڈپو گلہ قاسم جان دہلی سے طلب فرمائیں

افغانستان کی دوشیزہ مجاہدہ نجمہ

افغانستان میں گیسو دراز شاہ اور مس میری کی گزشتہ سمازیوں کے علاوے "عظیم" اور جنرل قلی محمد خاں کی شاہ امان اللہ خاں سے غداری کے واقعات نیز افغانستان کے نجات ہندہ ماورخان کے عہد و استقلال اور جبرتا نیگر کا زاموں کی تصویر، بغاوت افغانستان کے اسباب پچھ سہفہ کے تحت افغانستان پر قابض ہونے اور غازی شاہ امان اللہ خاں کے خلاف ریشہ دو اینوں کے نیچے حالات پڑھنے ہوں تو

حسینہ کابل

نامی کتاب آج ہی طلب فرمائے حسینہ کابل میں دوسری کتابوں کی طرح فرحی داستان درج نہیں ہے بلکہ افغانستان کے عروج و زوال کے وہ مستند حالات لرح ہیں جو دوران بغاوت و فتر اخبار الامان کو پہنچتے ہے اور شاہ امان اللہ خاں کے یورپ تشریف لے جانے کی وجہ سے انہیں شائع نہیں کیا گیا اب جبکہ سیم سہفہ کی موت اور تخت افغانستان پر غازی ماورخان کے قابض ہونے کے بعد اور بھی بہت سے راز ستر ^{لئے} کاشف ہو چکا ہے تو تمام واقعات کو ناول کے دلچسپ سیریا میں جمع کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے یہ کتاب اس قدر دلچسپ اور پرلوانہ معلومات ہے کہ اس وقت افغانستان کے حالات پر اس سے زیادہ جامع دوسری کتاب شائع نہیں ہوئی قیمت ایک روپیہ (دو) علاوہ محصول

کیا آپ مضمون نگار بننا چاہتے ہیں؟

اگر ایسا ہو اور آپ مضمون نگاری کی مشق کرنی اور فن انشا پر دماغی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہوں اور خواہش رکھتے ہوں کہ آپ اخباروں اور رسالوں کے لئے مضامین لکھ سکیں تو آج ہی آپ ہمارے بک ڈپو سے کتاب فن مضمون نگاری منگائے

یہ کتاب مسٹر فقیم الدین نوری بی لٹ فاضل ادبیات کی تالیف ہے جو متعدد دہندگان پر انگریزی اور اردو دو جلد کے مضمون نگار خصوصی اور ڈیڑھ بجے ہیں اور جن کو چند محقق زبان اردو مولانا وحید الدین سلیم جیسے ادیبان پر از کی شنا کردی کا فخر حاصل ہے مختصر یہ ہے کہ اگر آپ مضمون نگار بننا چاہتے ہوں تو کتاب فن مضمون نگاری منگائیں

قیمت صرف دس آنہ (۱۰) علاوہ محصول

سیر رسول اللہ در اسلام

باطل شکن یا جہاد اسلام

غیاث خردن اے اور شہدائے اسلام کے جنگی کارناموں کا مرتب ہے جن کی سرفروشانہ جدوجہد دنیا کے ایک ایک چیمپورا جیسا اس کتاب کا مطالعہ ہر فرد اسلام میں مذہب کی سچی روح چھوٹے سے لگا لہذا کتاب ہند کو خود پڑھئے اور لوگوں کو سنا کر ان کے مذہب زندقہ کو دیکھئے تاکہ اسلام کی مذمت کے لئے کھڑے ہو جائیں یہ بالکل نئی تصنیف ہے اور الامان بک کمپنی نے مال ہی میں طبع کرانی ہے جو گناہ عمدہ چھاپنی دیو زیب صفحات ۵۰ قیمت صرف بارہ آنہ علاوہ محصول

اللہ کا ایک ڈپو گلی قاسم جان بی سہ طلب فرمائیں